

حضورِ کابدر میں فیصلہ ہرگز خطائ نہیں



مفتی محمد خان قاسمی

کراؤن اسلامک پبلیکیشنز

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى

بدر کے قیدیوں کے بارے میں

حضورؐ کا فیصلہ ہرگز خطا نہیں

تالیف

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور اپچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی - لاہور 5300353-5300354 :☎

جملہ حقوق محفوظ

| | | |
|----------|-------|--|
| نام کتاب | _____ | بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ مرکز خطا نہیں |
| تالیف | _____ | مفتی محمد خان قادری |
| طالع | _____ | ملک محبوب الرسول قادری |
| بار اول | _____ | 2005ء |
| ناشر | _____ | محمد فاروق قادری |
| قیمت | _____ | 100 روپے |

ملنے کے پتے

| | | | |
|---|---------------------------------------|---|--|
| ☆ | فریڈ بک شال اردو بازار لاہور | ☆ | ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور/کراچی |
| ☆ | مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور | ☆ | مکتبہ خوشیہ سبزی منڈی کراچی |
| ☆ | مکتبہ جمال کرم اردو بازار لاہور | ☆ | احمد بک کارپوریشن راولپنڈی |
| ☆ | مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور | ☆ | شبیر برادری اردو بازار لاہور |
| ☆ | مکتبہ میلا دیپلی کیشنز لاہور | ☆ | نوریہ رضویہ کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور |
| ☆ | مکتبہ کرمانوالہ دربار مارکیٹ لاہور | ☆ | اسلام بک ڈپولاہور |
| ☆ | قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور | ☆ | پروگریسو اردو بازار لاہور |
| ☆ | مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور | ☆ | روحانی پبلی کیشنز لاہور |
| ☆ | علی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور | ☆ | مکتبہ نعمانیہ لاہور |
| ☆ | علی پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور | ☆ | مکتبہ تنظیم المدارس لوہاری لاہور |

کاروان اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (نور نیاز بک) لاہور

فون: 4-0300353، 042-7580004، 042-7580004، 0300-4407048

اهداء

اصحابِ بدر کی خدمت میں

خادمِ اسلام

محمد خان قادری

فہرست مضامین⁵

| صفحہ | عنوان |
|------|--------------------|
| | مقدمہ |
| 11 | ضرورت مقالہ |
| 13 | صدور نادر اہوتا ہے |
| 14 | النادر کا لمعہ دم |
| 16 | کس درجہ معصوم؟ |
| 21 | عقائد میں ضابطہ |
| 27 | فصل اول |
| 29 | قیدیوں کا واقعہ |
| 30 | تین بے مشورہ |
| 33 | فصل ثانی |
| 35 | فیصلہ صواب تھا |
| 35 | وجہ اول |
| 35 | وجہ ثانی |

| صفحہ | عنوان |
|------|---|
| 36 | وجہ ثالث |
| 37 | حلت غنائم پر احادیث |
| 38 | وجہ رابع |
| 38 | وجہ خامس |
| 38 | دیہروں کی رائے |
| 39 | وجہ سادس |
| 39 | وجہ سابع |
| 40 | وجہ ثامن |
| 40 | قاضی ابوبکر بن العربی کی گفتگو |
| 41 | وجہ تاسع |
| 43 | وجہ عاشر |
| 44 | وجہ حادی عشر |
| 47 | فصل ثالث |
| 49 | حلت غنائم مراد ہونا ہی اصح و مختار ہے |
| 50 | سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر |
| 54 | نوشہ تقدیر سے کیا مراد ہے؟ |

| صفحہ | عنوان |
|------|--|
| 55 | اعتراض کا جواب |
| 57 | فصل رابع |
| 59 | حضور ﷺ پر عتاب نہیں |
| 67 | مولانا اصلاحی کی گفتگو |
| 70 | ماکان کی اسلوب بیان، رفع التزام کے لیے |
| 71 | خطاب قریش سے |
| 72 | اسلوب بیان کی بلاغت |
| 73 | آگے کے لیے ایک تنبیہ |
| 73 | مفسرین کی ایک الجھن کا ازالہ |
| 75 | مسلمانوں کو اطمینان دہانی |
| 81 | فصل خامس |
| 83 | یہ خطاب ہی صحابہ سے ہے |
| 84 | تیسرے اشکال کا جواب |
| 85 | آپ کا گریہ |
| 86 | یہ منصب رسالت کے مناسب نہیں |

| صفحہ | عنوان |
|------|--------------------------------------|
| 91 | فصل سادس |
| 93 | امام رازی کی گفتگو |
| 94 | کون سی رائے زیادہ درست تھی؟ |
| 99 | فصل سابع |
| 101 | امام ابو بکر باقلانی کی تفصیلی گفتگو |
| 101 | منکرین کے اعتراضات |
| 102 | جواب |
| 103 | بہ گروہ |
| 103 | عتاب ہر نذیر |
| 104 | مفسرین کا رد |
| 105 | مسلمان کو خاطی کہنا |
| 106 | ان کا عذر |
| 107 | لیکن یہ عذر |
| 107 | بعض کی رائے |
| 108 | جب معاملہ یہ ہے |
| 109 | معنی کیا ہے |

| صفحہ | عنوان |
|------|--------------------|
| 109 | پہلا معنیٰ |
| 110 | دوسرا مفہوم |
| 110 | معنیٰ پر تائید |
| 111 | مخالفین کا ناطقہ |
| 111 | اشکال کا جواب |
| 112 | اعتراض |
| 113 | اس پر قرینہ |
| 114 | مخالفین کا اشکال |
| 115 | نزول عذاب کا مفہوم |
| 117 | مآخذ و مراجع |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضرورت مقالہ

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام صغائر و کبائر سے معصوم ہوتے ہیں حتیٰ کہ اللہ مال اللہیں اجتہادی خطا پر بھی قائم نہیں رہنے دیتا بلکہ فی الفور ان کی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ تاکہ ان کی اتباع و اطاعت میں کسی کو تشکیک پیدا ہی نہ ہو، ہاں ان پر ذہول، نسیان اور عدم توجہ کی حالت طاری نہ جاتی ہے تاکہ لوگوں کو ان سے متعلقہ مسائل سے آگاہ کیا جاسکے جیسا کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ چار کے بجائے دو رکعات پر سلام پھیرا اور پھنے پر فرمایا، میں بھولا نہیں ہوں بلکہ

انما انسی لاسن
بھلایا گیا ہوں تاکہ تمہیں طریقہ معلوم ہو جائے۔

(الشفاء، ۲=۸۰۲)

اس ہمداد پر تمام اہل علم نے تصریح کی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسیان پر اپنے ایمان کو قیاس برگز نہ کیا کرو، ان کا نسیان بھی سراپا تعلیم و حکمت پر مشتمل ہوتا ہے، امام احمد فحاجی (۱۰۶۹) اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ان نسیانہ ﷺ لیس کنسیان
ہیرہ لما یترتب علیہ من
حضور ﷺ کا نسیان دوسروں کے
نسیان کی طرح نہیں کیونکہ آپ کے

الفوائد الجلیة
نسیان پر فوائد و مسائل عظیمہ مرتب
(نسیم الریاض، ۵=۳۶۱) و سامنے آتے ہیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے نسیان و لغزش پر ذرا نظر ڈالیے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی لغزش کی وجہ سے تمام انسانیت کو دنیا میں وجود مل گیا یعنی نبی کے ہر عمل حتیٰ کہ ان کے نسیان میں بھی مخلوق کے لیے تعلیم و تربیت ہوتی ہے، اسی لیے ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ہم بھول گئے تو کیا ہوا نبی بھول جاتے ہیں کیونکہ ان کا بھولنا کہاں اور ہمارا بھولنا کہاں؟ ہاں یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان بھول سکتا ہے۔
مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں

دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام سے معاملہ میں جب مشیت الہی نے ان کی ایک ذرا سی لغزش میں عالم کی آبادی کا راز پہاں فرما دیا تھا۔
آگے چل کر لکھا

انبیاء عظیم السلام پر نسیان بھی قدرت ہی کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اس لیے وہ بہت سے انعامات اور جدید احکام الہی کا منشاء بن جاتا ہے۔

(ترجمان النہ، ۳=۲۳۵)

قاضی عیاض مالکی (۵۴۳) ایک موقع پر آپ ﷺ کے نماز فجر کے لیے بیدار نہ ہونے کی حکمت تحریر کرتے ہیں

مثل هذا انما يكون منه
لا امر يريده الله تعالى من
اثبات حكمه و تأسيس سنة
الله تعالى كوني اثبات حكمه، ايجاد سنت
اور اظہار قانون شرع کا ارادہ فرماتا
ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں

واظهار شرع کما قال آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ
تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار فرما دیتا ﷺ فی الحدیث الآخر لو
شاء اللہ لایقظنا ولكن اراد لیکن اس نے بعد والوں کے لیے
ان یکون لمن بعدکم تعلیم کا ارادہ فرمایا۔

اس کی شرح میں امام احمد خفاجی (۱۰۶۹) رقم طراز ہیں

وهذه حكمة ان الله قوی اسی حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے
النوم علیه ﷺ ونام قلبه حضور ﷺ پر نیند غالب کر دی اور
على خلاف عادته لتظهر آپ کا دل خلاف معمول متوجہ نہ رہا
هذه السنة البديعة تاکہ لوگوں کے لیے خوبصورت
(نیم اریاض، ۵=۳۷۲) طریقہ و سنت ظاہر ہو جائے۔

پھر قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں جوازِ سہو و نسیان نبوت کے منافی نہیں، اس پر امام
خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں

بل حسن منه ﷺ لما فيه بلکہ آپ ﷺ سے ان کا صدور حسن
من التشريع ہے کیونکہ اس کے ذریعے شرعی
(نیم اریاض، ۶=۹۵) قوانین بنتے ہیں۔

صدورِ نادراً ہوتا ہے

یا درجے حضراتِ انبیاء علیہم السلام سے ایسی چیزوں کا صدور شاذ و نادری ہوتا

ہے، قاضی عیاض مافی فرماتے ہیں

بل ان هذا فيها على الندور بلکہ ان کا صدور نادر ہوتا ہے۔

امام احمد خفاجی اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں

ای قلیل جدًا والناذر ما قل یعنی بہت ہی کم، نادر جس کا وجود کم
وجودہ ولا حکم له ہو اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔

(نیم الریاض، ۶۰=۹۵)

شیخ محمد ظیل ہر اس نے یہی تحریر کیا ہے

وما وقع من الرسل من رسل کرام سے جو ایسی چیزیں مرزد
مخالفات قليلة جدا فی ہوئی ہیں باوجود اس قدر طویل عمر کے
اعمارهم الطويلة بہت ہی کم ہیں۔

(تعیقہ علی انصاف، ۳۶=۳۳۶)

النادر کالمعدوم

پھر تمام کے ہاں یہ ضابطہ وقانون مسلم ہے کہ حکم اکثر پر ہوتا ہے نہ کہ نادر پر
اور للاکثر حکم الكل یعنی اکثر پر ہی کل کا حکم ہوتا ہے اور شاذ و نادر کا اعتبار ہی
نہیں کیا جاتا۔

۱۔ پیچھے امام خفاجی کا حوالہ مبرا

النادر ما قل وجودہ ولا حکم نادر جس کا وجود کم ہو اور نادر پر حکم
له (نیم الریاض، ۶۰=۵۵) لا ہو نہیں ہوتا۔

۲۔ شیخ محمد سلیمان اشقر ایسے ہی معاملہ پر امام مازری، امام ابوشامہ اور امام آمدی

کے حوالے سے کہتے ہیں

ان من اجاز ذلک اجازہ
علی سبیل الندورۃ والنادر
لا یلفی القانون العام
جن لوگوں نے صغائر کو جائز رکھا وہ
بھی بطور شاذ و نادر مانتے ہیں اور
نادر کسی عام اصول و قانون کو ختم
نہیں کر سکتا۔ (افعال الرسول، ۲۰۵)

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲) اسی بات کو آشکار کرتے ہوئے (حکم
واقعات اکثر یہ پر عائد ہوتا ہے شذوذ کا اعتبار نہیں) لکھتے ہیں
حکم واقعات اکثر یہ پر لگایا جاتا ہے اور جو بات شاذ و نادر ہوا کرتی ہے اس کا
اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (افاضات، ۱۰=۱۵۶)

۴۔ مولانا بدر عام میرٹھی مسند خصمت پر غشتو کے بعد اسی حقیقت کو یوں آشکار
کرتے ہیں

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد اگر اوراق نقل میں کوئی جزئی واقعہ ایسا ملتا
ہو جو ایک ثابت شدہ حقیقت کے خلاف نظر آئے جو کسی عاقل کے لیے،
بھی محض ایک مشتبہ یا مجمل اور شاذ واقعہ کی بنیاد پر اس قطعی فیصلہ کو رد کر دینا
جائز نہیں ہو سکتا۔ آج بھی تاریخ کے اصولی فیصلے جزئی واقعات کی بنا پر
کبھی قابل ترمیم تصور نہیں کیے جاتے بلکہ ان واقعات ہی کے لیے وجوہ و
اسباب تلاش کیے جاتے ہیں تاکہ ان کا اصولی تحقیق سے کوئی ٹکراؤ باقی نہ
رہے اس لیے ہمارے نزدیک یہاں بھی بحث کا یہی طریقہ قائم رکھنا
چاہیے۔

لہذا اگر مفسرین و محدثین نے اس جگہ کچھ جزئی واقعات کی
توجیبات بیان فرمائی ہیں تو ان کو صرف ان کے حسن ظن کا نتیجہ سمجھ لینا
صحیح نہیں بلکہ وہ بھی اسی اصولی حقیقت پر مبنی ہیں۔

(ترجمان السنہ، ۳: ۳۱۶)

الغرض حضرات انبیاء علیہم السلام سے جن چیزوں کا صدور نا دور اہوا وہ کالمعدوم ہیں ان
پر حکم نافذ نہیں کیا جاسکتا لیکن ان کے بارے میں لکھنا کہ ان کی خطا، دلائل قطعیہ سے
ثابت ہے، کہاں کا انصاف ہے؟

کس درجہ معصوم

اہل علم نے قرآن و سنت کے دلائل سامنے رکھتے ہوئے لکھا کہ ہم اگر نسیاناً
کوئی عمل کریں تو اس پر ہماری گرفت نہیں ہاں! دانستہ و عمدتاً مل کرنے پر ہماری گرفت
ہے مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ مقام عالی ہے کہ ان کے نسیان کو بھی چھوڑا نہیں
جاتا اس کی وجہ یہی ہے کہ انھیں جس قدر اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہے وہ کسی
دوسرے کو کہاں حاصل ہے تو جن آیات میں بظاہر ان پر عتاب ہے ان سے تو ہمیں
ان کے مقام کا علم ہونا چاہیے کہ یہ شخصیات تقدس و حفاظت کے کس مقام پر ہیں کہ ان
کے نسیان و سہو پر بھی چھوٹ نہیں لیکن بجائے یہ سمجھنے کے ہم تو ان کی خطائیں جمع کرتا
شروع کر دیتے ہیں اور یہ طریقہ ہرگز قابل قبول نہیں، مولانا بدر عالم میرٹھی نے اس
مسئلہ پر بڑی ہی تفصیل سے لکھا ہے اس میں سے ایک اقتباس یہاں نقل کیا جا رہا ہے،
لکھتے ہیں

افسوس ہے کہ لغزشوں کو جن جن کر اس طرح بیان فرمانے کی روح تھی تو کیا؟ اور اس کو سمجھا کیا گیا کہ مقصد تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ کن حالات میں کیا قدم اٹھایا گیا پھر وہ بھی عمر بھر میں ننتی کے کتنے واقعات تھے مگر ان کو بھی ان کی شان سے کتنا بعید سمجھا گیا، اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے تھا کہ جن کی اتنی سی فروگزاشت پر بھی اتنی گرفت ہو وہ کس درجہ معصوم ہوتے ہیں مگر یہاں جو نتیجہ نکالا گیا وہ بالکل اس کے برعکس تھا والعیاذ باللہ، اگر مقام عصمت کی نزاکت اور بارگاہ الوہیت کی بلندی کو سامنے رکھ کر یہ واقعات پڑھے جائیں تو یہی ان کی معصومیت کا سب سے بڑا ثبوت نظر آنے لگے۔

الحاصل اگر فیصد صرف قرآن کریم کے طرز خطاب پر ہی دائر کر دیا جائے اور شکم و مخاطب کی ان خصوصیات کو سر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر یہاں کبار و صغائر کی بحث تو درکنار بلکہ شاید کفر و اسلام میں بھی پیدا ہو سکتی ہے والعیاذ باللہ بلکہ اگر بحث و نظر کا یہی طریقہ ملائکہ اللہ کے معاملہ میں قائم رکھا جائے تو پھر ان کی متفق علیہ عصمت سے بھی شاید ہاتھ دھونے پڑ جائیں شیخ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں

| | |
|---------------------------|------------------------------------|
| فعلہ ان الانیاء علیہم | ہمارے بیان سے واضح ہو گیا کہ |
| السلام لا یشار کون غیرہم | انبیاء علیہم السلام ارتکاب حرام یا |
| فی ارتکاب حرام | مکروہ میں دوسرے انسانوں کے |
| ولا مکروہ الا لیان الجواز | شریک نہیں ہوتے اگر کسی مکروہ |
| ولکن لما شرف مقامہم | تزیینی فعل کا وہ ارتکاب کرتے |

سمى الله تعالى وقوعهم
فی خلاف الاولى معصية
خطیئة
ہیں تو وہ بھی صرف اس کے جواز
کا پہلو بنانے کے لیے کرتے
ہیں ان کا قدم اگر اتفاق سے
کہیں خلاف اولیٰ میں جا پڑتا
ہے تو ان کے مقام کی نزاکت کی
وجہ سے اسی کا نام معصیت
عظمت مرتبہ عظمت
صغیرہ
اور خطاب بن جاتا ہے۔

(ج ۲ ص ۶۲)
یہاں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس کا
مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے اس کی
عموم باتوں پر رُفّت بھی اتنی
ہی سخت ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے چند جزئی واقعات کے علاوہ کچھ
آیتیں ایسی بھی ملتی ہیں جن کو ان کی عظمت کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ مثلاً
معاصی، رذائل اور دیگر نوع کے قبیح افعال سے اجتناب کے خطابات۔
ہمارے نزدیک یہ بھی کلام کی فصاحت و بلاغت کے اسلوب سے
نا آشنائی کا ثمرہ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا میں کلام کا ایک طریقہ
گفتہ آید در حدیث دیگران، بھی ہے۔

فالخطاب له والمراد غیرہ
ان المقامات پر خطابات گو آپ کو
ان الحق من شانہ ان يؤدب
ہے مگر مراد دوسرے لوگ ہیں

الكبير بالصغير وكما
ادب الله الامة بتاديب
رسولها
حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ
کبھی چھوٹوں کی تنبیہ کے ذریعہ
بڑوں کو ادب سکھاتا ہے اور کبھی
یوں ہوتا ہے کہ خطاب رسول کو
ہوتا ہے اور مقصود ان کی امت
کو ادب سکھانا ہوتا ہے۔

بعض آیتوں میں شرک و کفر اور اس قسم کے دوسرے افعال سے اجتناب
رکھنے کی بھی ان کو ہدایت کی گئی ہے۔ شیخ لکھتے ہیں کہ یہاں بھی ان کی
ذات مقصود نہیں ہوتی بلکہ کفار مراد ہوتے ہیں مگر حق تعالیٰ کو یہ اظہار منظور
ہوتا ہے کہ ان کو اپنا مخاطب بنانا بھی اس کو پسند نہیں ہے۔ اُردو ہمارے
رسول سے ہمارے کلام کا بغور سننا پسند نہیں کرتے تو ہم بھی ان کو اپنا
مخاطب پسند نہیں کرتے۔

والحكمة في هذا الخطاب
مقابلة لا عرض الكفار عن
استماع ما جاء به الرسول
فلذلك اعرض الحق عنهم
مقابلة ا عرض باعرض
مع كونهم هم المراد
بذلك الخطاب فاسمعهم
اس طرز خطاب میں یہ بھی
حکمت ہوتی ہے کہ چونکہ وہ
ہمارے رسول (ﷺ) سے
ہمارے کلام کے سننے سے
اعراض کرتے ہیں اس لیے
اس کی جزا یہ ہے کہ ہم بھی ان
کو ناقابل التفات سمجھ کر ان

فی غیر ہم عقوبۃ لہم و سے خطاب نہ کریں اگرچہ مراد
استہانۃ بامرہم وہی ہوں۔

(ج ۲ ص ۱۳)

ہمارے نزدیک شیخ موصوفؒ کی یہ رائے بہت صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض آیتوں میں آپ کو ان امور سے بھی خطاب کیا گیا ہے جن کا عقلاً کوئی امکان ہی نہ تھا مثلاً والدین کے ادب و احترام کے سلسلہ میں آپ کو اس کی ممانعت کی گئی ہے کہ ان کے سامنے اف کا کلمہ بھی نہ نکالا جائے ولا تسفل لہما اف ولا تنہرہما، اب کون نہیں جانتا کہ اس وقت آپ کے والدین موجود ہی کہاں تھے اس لیے مخاطب گویاں آپ نظر آئیں گے مگر یقیناً مراد آپ کی امت ہے۔ اس کے علاوہ اس ترز خطاب میں ایک بڑی حکمت ان امور کی اہمیت پر تجبیہ کرنی ہوتی ہے یعنی مثلاً شرک و کفر جب ایسے خطرناک عمل ہیں کہ اگر بالفرض رسول کے حق میں بھی ان کا تصور کیا جائے تو اس کے اعمال کے لیے بھی تباہ کن ہوں گے تو بھلا دوسروں کے اعمال کے لیے تباہ کن کیونکر نہ ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ سب آیتیں دشمنوں کے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں اور وہ ان پر غیر معقول سے غیر معقول اعتراضات بھی کرتے تھے مگر یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ رسول کے کیرکٹر اور اس کے ذاتی کار و کردار پر بھی کبھی ان کو کوئی اعتراض ہوا ہے یا ان آیات کو انھوں نے خود رسول کے برخلاف شہادت سمجھا ہے کیونکہ وہ ذوق سخن سے خوب واقف تھے اور اس قسم کے خطابات

کا مقصد بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔

(ترجمان السنہ، ۳: ۳۳۰)

ایسی آیات کے بارے میں دوسری جگہ رقم طراز ہیں
اس تفصیلی نظیر (مسئلہ عصمت) کے بعد جب آپ ان آیات کی طرف
نظر اٹھائیں گے تو یقیناً آپ کا فیصلہ بدل جائے گا اور جو آیات پہلے آپ کو
مسئلہ کے خلاف (عتاب و خطا) نظر آرہی تھیں اب وہی اس مسئلہ پر سب
سے بڑا ثبوت نظر آنے لگیں گی، یہاں براہ راست صرف ان خطاباتِ
النبیہ پر فیصلہ کر دینا جن کے لب و لہجہ میں حرارت و مخاطب کی رعایت
سے گرمی و نرمی پیدا ہو جاتی فصاحت و بلاغت کا ایک عام باب ہے
مناسب نہیں ہے ایمان نہ تو صرف کسی عیہ اسلام کے حق میں صرف روح
اللہ اور کلمۃ اللہ کی نسبت سے کوئی نیا مقام تراش لینا درست ہے اور اسی
طرح نہ حق تعالیٰ کے اپنے مخصوص بندوں کے ساتھ کسی عتاب آمیز لہجہ
سے ان کے خلاف کوئی اصولی نتیجہ نکال لینا صحیح ہے۔

(ترجمان السنہ، ۳: ۳۱۶)

عتقاد میں ضابطہ

اسی لیے عم عقائد کی کتب میں یہ ضابطہ درج ہے کہ ایسی کوئی بات حضرات
انبیاء علیہم السلام کے بارے میں سامنے آئے جو ان کی عصمت کے خلاف ہو اگر وہ
اخبار احاد سے ثابت ہے تو اسے ترک کر دیا جائے کیونکہ ان کی عصمت دلائل قطعیہ

سے ثابت ہے اگر اخبار متواتر سے ثابت ہو تو پھر اس میں تاویل کی جائے تاکہ تمام دلائل میں موافقت پیدا ہو جائے۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر قنطرازی (۷۹۳) نے محققین کے جواب میں بیان کیا

| | |
|-------------------------|--------------------------------------|
| فہو ان نقل احاداً مردود | تو جو بطور احاد منقول ہیں وہ |
| وما نقل متواتراً او | تو مردود و مسترد ہیں اور بطور متواتر |
| منصوصاً فی الكتاب | یا قرآن میں منصوص ہیں انھیں |
| محمولاً علی السہو | سہو نسیان یا ترک اولیٰ یا دیگر |
| والنسیان او ترک الاولیٰ | تاویلات پر محمول کیا جائے گا۔ |
| او غیر ذلک من المحامل | |
| والتاویلات | |

(شرح القاصد، ۵۰=۵۳)

شرح عقائد میں بطور ضابطہ تحریر کرتے ہیں

| | |
|---------------------------|-----------------------------------|
| لما نقل عن الانبیاء علیہم | حضرات انبیاء علیہم السلام کے |
| السلام مما یشعر لکذب | بارے میں جو ایسی چیزیں منقول |
| او معصبة لما کان منقولاً | ہیں جن میں کذب یا معصیت کی |
| بطریق الاحاد فمردود | طرف اشارہ ہے اگر بطریق احاد |
| وما کان بطریق | منقول ہیں تو وہ مردود و مسترد ہوں |
| التواتر فمصرف عن | گئی اور بطریق تواتر ہیں تو ان میں |
| الظاهر (شرح عقائد، ۲۵۵) | تاویل لازم ہے۔ |

یہاں یہ الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں نبی کی عصمت اس قدر مسلم ہے کہ تو اتارے بھی اگر کوئی چیز اس کے خلاف ثابت ہے تو اس میں تاویل ضروری ہے تو اخبار احاد کا معاملہ پھر کیا حیثیت رکھتا ہے؟

اسی وجہ سے مفسرین و محدثین اور اہل سیر نے ایسے مقامات کی خوب سے خوب تر تاویل و تشریح کر دی ہے تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی خلجان ہی نہ رہے مثلاً ارشاد الہی ہے عفا اللہ عنک، بعض لوگوں نے اسے حضور ﷺ پر عتاب قرار دیا لیکن اہل علم نے ان کی خوب تردید کی۔

۱۔ امام ابن المبرک کہتے ہیں محاورہ عرب کے مطابق متوجہ کرنے کے لیے یہ نہ لطف انداز میں دعا ہے چچھ لوگوں کا بہن کہ یہ ذکر ذنب سے پہلے خود کا ذکر ہے چچھنے اس کے برعکس بات ہے

وكله ذهول عن عتب یہ تمام اس سے ذمہ لے کر کہ
الحبيب في حيفه على نفسه حبیب پر بھی عتاب ہوتا ہے یہ تو
وهو تخفيف لا تعنيف آسانی ہے نہ کہ سختی یہ تو مدح ہے نہ
ومدح لا قدح کہ طعن۔

امام احمد خفاجی علیہ الرحمہ ان کی تفصیلی منقول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

جزاه الله خيرا عما اهداه اللہ تعالیٰ انھیں سب سے اچھی
للعقول السليمة من انفس جزا دے جنھوں نے عقول سلیمہ کو

التحف ودافع به عن حرمة النبوة العالی الرتبة لمن عرف وانت اذا تأملت ما بعده من النظم تراہ مصرحاً مما افاده
بڑا ہی نفیس تحفہ دیا، جاننے والا جان لے گا کہ بلند رتبہ حرمت نبوت کا خوب دفاع کیا، جب تم مابعد نظم قرآن کا گہرا مطالعہ کرو گے تم اسے امام مذکور کی صراحتاً
(نیم الریاض، ۱۰=۲۷۶) تائید پاؤ گے۔

۲۔ امام نقطویہ (۳۲۳) مخفیین کے بارے میں رقم طراز ہیں

ذهب ناس السی ان النبی معاتب بهذه الایة وحاشاه من دنک بل کان مخیراً
کچھ لوگوں نے کہا اس آیت میں حضور پر عتاب ہے حاشا برگزینوں کے لئے آپ کو اجازت دینے اور نہ دینے کا اختیار تھا۔

اس کی شرح میں امام خفاجی لکھتے ہیں

ای والنبی ﷺ منزہ عن ان یفعل ما یتحق العتاب علیہ وانه لا عتاب فی هذه الایة بل فیما اعزاز واکرام بالدعاء له تصویب لفعله
یعنی نبی اکرم ﷺ ایسے فعل سے منزہ ہیں جس پر عتاب ہو تو اس آیت میں نہ عتاب ہے بلکہ دعا کے ذریعے اعزاز و اکرام آپ کے عمل کی تصویب فرمائی گئی ہے
آگے چل کر فرماتے ہیں آپ ﷺ سے یہاں خلاف اولیٰ کا ارتکاب بھی نہیں ہوا

وفيه اشارة الى كمال الرفق اس میں آپ ﷺ پر کمال نرمی
به ﷺ والرعاية له وانه لم اور مہربانی کی طرف اشارہ ہے نہ
يقع منه تقصير العتاب ولا تو یہ آپ کی تقصیر پر عتاب ہے نہ
خطاء في الاجتهاد ولا آپ کی اجتہادی خطا ہے اور نہ
ارتكاب لخلاف الاولى كما ہی خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہے
توهم جیسا کہ کچھ کو وہم ہو گیا تھا۔

(نسم الریاض، ۱، ۲۸۰، ۲۸۱)

اسی طرح بدر کے قیدیوں کے بارے میں تازل ہونے والی آیات کے
بارے میں بھی اہل علم نے واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ سے یہاں کوئی خطا نہیں
ہوئی بلکہ آپ ﷺ کا اجتہاد باغش درست تھا اس کے مطابق وحی نازل ہوئی جس
میں بتا دیا گیا کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی فیصلہ لکھا گیا تھا جو آج آپ نے کیا
بلکہ یہاں تک اہل علم نے تصریح کر دی ہے کہ خطا تو کجا یہ سرور عالم ﷺ اور صحابہ پر
عتاب ہی نہیں بلکہ بعض ان لوگوں پر عتاب ہے جو فقط دنیا ہی چاہتے تھے۔

بندہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ اہل علم نے یہاں مختلف توجیہات بیان کی ہیں بعض
نے کسی کو معیار جبکہ بعض نے دوسری توجیہ کو پسند کیا مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ دلائل قطعیہ
سے حضور ﷺ سے خطا ثابت ہو رہی ہے اور اس پر عذاب عظیم کی دھمکی دی گئی ہے
نہیں مولانا محمد سرفراز صفر گنگوہی نے اپنی کتاب ”ازالة الريب عن حقيقة
الغيب“ میں لکھا

اساری بدر، تحریم شہد، تاہیر نخل اور عبداللہ بن ابی ریمس المنافقین کے جنازہ
وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل
قطعہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ (ازالہ لریب، ۸۲)

لہذا اس بات کا نوٹس لینا نہایت ہی ضروری تھا تا کہ کسی کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔
بحمد اللہ ان دنوں ہمارے یہ کام اسلام اور تصور رسول، علم نبوی اور
تشابہات، علم نبوی اور منافقین، معراج حبیب خدا اور تفسیر کبیر جز ۳۲ (تیسویں پارہ کی
آخری بائیس ۳۲ سورتوں کا ترجمہ) طبع ہو کر آرہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں نہایت ہی عجز و انکسار کے ساتھ دعا ہے کہ
انھیں رحمت و فضل سے قبول فرما کر امت کے لیے مفید بنائے اور آخرت میں ہمارے
یہ ذریعہ بجات بنائے۔

نوٹ۔۔

باقی تین مسائل تحریم شہد، تاہیر نخل اور منافقین کے جنازے کے بارے میں
الگ الگ مقالات زیر طبع ہیں۔

محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام

۲۸ جنوری، ۲۰۰۵ء، بیروت متحدہ المبارک

فصل اوّل

قیدیوں کا واقعہ
تین سے مشورہ

مولانا محمد سرفراز صفدر اپنی کتاب ”ازالۃ الريب عن حقيقة الغيب“ میں لکھا
اسارٹی بدر، تحریم شہد، تائید نخل اور عبداللہ بن ابی ریحس المنافقین کے
جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت
دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ (ازالہ، ۸۲)

ہم اس مقالے میں اسارٹی بدر کے حوالہ سے واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کے
بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ صواب و درست تھا، مولانا کا موقف مختار و صواب نہیں اور
پھر اسے دلائل قطعیہ سے ثابت کہنا بھی سوائے مغالطہ کے کچھ نہیں۔

پہلے واقعہ کی تفصیل سامنے لے آتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں لوگوں سے مشورہ مانگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ان کی گردنیں اڑا دینی چاہیں آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا، دوبارہ فرمایا۔
ہایہا الناس ان الله قد امکنکم اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ان میں سے
منہم وانما ہم اخوانکم بالامس کچھ پر تمہیں غلبہ دیا ہے اور وہ کل
تمہارے ہی بھائی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ گردنیں اڑانے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے اعراض کرتے ہوئے سہ بارہ لوگوں سے پوچھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، ان کو معاف کرتے ہوئے ان سے فدیہ وصول کر لیں حضور ﷺ کے چہرہ اقدس سے پریشانی کے آثار ختم ہو گئے۔ ان سے آپ ﷺ نے درگزر کرتے ہوئے فدیہ وصولی کا حکم جاری کر دیا اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم لیما اخلتہم عذاب عظیم
اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا
تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے
بدلے کا مال لے لیا اور اس میں تم
پر بڑا عذاب آتا

(الانفال، ۶۸)

نوٹ: اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ مشورہ میں تمام لوگ شامل تھے۔

تین سے مشورہ

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے حضور ﷺ نے ان تین حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ، یہ تمام ہمارے رشتہ دار ہیں لہذا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تاکہ اس مال کو ہم کفار کے خلاف خرچ کریں اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو ہدایت دیدے تو وہ ہمارا معاون ہوگا، حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رائے پوچھی تو انہوں نے کہا میری رائے یہ نہیں بلکہ فلاں کو میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ عقیل کو حضرت علی کے حوالے، حضرت حمزہ کے حوالے فلاں کو، تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں اور واضح ہو جائے ہمارے دلوں میں مشرکین سے کوئی لگن نہیں ہے یہ لوگ مشرکین کے سردار اور قائد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو قبول کیا اور میری رائے کو نہ لیا ان سے فدیہ وصول کیا گیا، دوسرے دن میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے تھے میں نے عرض کیا رونے کی وجہ کیا ہے؟ تاکہ میں بھی روؤں اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت بنا لوں حضور ﷺ نے فرمایا:

| | |
|-----------------------------|-----------------------------------|
| ابھی للہی عرض علی اصحابک | میں اس پر رو رہا ہوں جو تمہارے |
| من اخلہم الفداء لقد عرض علی | دوستوں نے مجھے فدیہ لینے کا مشورہ |
| عذابہم ادنیٰ من ہلہ الشجرة | دیا تھا ان پر اس سامنے درخت سے |
| | قریب عذاب آگیا۔ |

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

ماکان لنبی ان یکون له اسری کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو
حتی یشحن فی الارض یریدون زندہ قید کرے جب تک زمین میں
عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ
واللہ عزیز حکیم لولا کتاب من دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت
اللہ سبق لمسکم فیما اخلتکم چاہتا ہے۔ اور اگر پہلے ایک بات
عذاب عظیم فکلوا مما غنتم لکھ نہ چکا ہوتا تو اسے مسلمانو تم نے
حلالا طیباً جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا

(سورۃ الانفال۔ ۶۷۔ ۶۹) اس میں تم پر بڑا عذاب آتا تو کھاؤ

جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ۔

امام مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی روایت کو یوں ہی نقل کیا ہے۔



فصل ثانی

فیصلہ صواب تھا

گیارہ دلائل

فیصلہ صواب تھا

اس واقعہ میں کہیں یہ بات نہیں آئی نہ آیات میں اور نہ احادیث میں کہ سرور عالم ﷺ سے یہ غلطی ہوئی جبکہ جو واقعہ میں غور و فکر کرے گا اسے درج ذیل وجوہ کی بناء پر محسوس و معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کا فیصلہ بالکل صواب و درست ہے۔

وجہ اول

حضور ﷺ نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا آپ ﷺ کے لیے یہی تعلیم الہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وشاور ہم فی الامر فاذا عزمتم
فتوکل علی اللہ

جب کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ

(آل عمران، ۵۹) پر بھروسہ کرو۔

تو فیصلہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق تھا۔

وجہ ثانی

آپ ﷺ نے فدیہ والوں کی رائے کو قبول کیا، اس میں رحمت، شفقت اور نرمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو منصب رحمت عطا کیا ہے یہ اس

لے مطابق ہے، فرمان الہی ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت
(الانبیاء، ۱۰۷) سارے جہان کے لیے۔

حتیٰ کہ احد کے دن جب آپ ﷺ کا چہرہ اقدس زخمی ہوا تو عرض کیا
کیا مشرکین کے خلاف دعا فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انما بعثت رحمة اللہم اھد قومی مجھے تو سراپا رحمت بنایا گیا ہے اے
فانہم لا یعلمون اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے
نہیں جانتے۔

وجہ ثالث

حضور ﷺ کا فیصلہ تقدیر الہی میں لکھے جانے والے اس فیصلہ کے
مطابق تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فقط حضور ﷺ کے لیے غنائم کو حلال فرمایا اور اس کا
ذکر قرآن میں یوں ہوا۔

لولا کتاب من اللہ سبق اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا
(الانفال، ۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے۔

یعنی فی ام الكتاب الاول ان ام کتاب اول میں یہ تحریر تھا کہ غنائم
الغنائم والا ساری حلال لکم اور اساری تمہارے لیے حلال ہیں
(لمسکم فیما اخلتم) من ورنہ اس فدیہ لینے سے تم پر عذاب آ
الاسری۔ (تفسیر القرآن: ۲: ۳۶۶) جاتا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود، سعید بن جبیر،
عطاء، حسن بصری، قتادہ اور اعمش سے بھی اس طرح منقول ہے کہ مراد یہ ہے۔

لولا كتاب من الله سبق لهذا اگر اللہ نے اس امت کے لیے
الامة با حلال الغنائم (لمسكم) حلت غنائم لکھا نہ ہوتا تو فدیہ لینے پر
فيما اخذتم عذاب عظيم) تم پر عذاب عظیم نازل ہو جاتا۔
(تفسير القرآن، ۲: ۳۶)

سوال آیات میں حلت غنائم کا ذکر ہے مگر حلت فدیہ کا نہیں!
جواب فدیہ غنیمت میں شامل ہے کیونکہ یہ بھی کفار سے وصول شدہ مال ہوتا ہے۔

حلت غنائم پر احادیث
حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ اس پر شاہد ہیں کہ مال غنیمت پہلے کسی
پر حلال نہ تھا، ارشاد فرمایا۔

واحلت لي الغنائم ولم تكن میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا
لاحد قبلي کیا جو پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔
آیت مبارکہ میں جو آپ ﷺ کی تخصیص ہے۔ یہ روایت اس پر واضح
طور پر شاہد ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں امام محی السنۃ نے نقل کیا ہے جب پہلی آیت
مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ نے فدیہ سے ہاتھ روک لیا تو یہ دوسرا حکم نازل ہوا۔
فكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال
(الانفال، ۶۹) پاکیزہ

تو اس آیت سے ہمیں حلت فدیہ کا بھی علم ہو گیا۔
اور لکھا ارشاد باری ”مما غنمتم“ سے مراد مطلقاً مال غنیمت ہے جس
میں فدیہ بھی شامل ہے۔

وجہ رابع

جس طرح قبول فدیہ کا فیصلہ سابقہ قضاء الہی کے مطابق تھا اسی طرح وہ بعد میں قرآن میں نازل ہونے والی وحی کے بھی عین مطابق تھا، ارشاد ہوا۔
فکلوا مما غنمتم حلالا طيبا تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال
(الانفال، ۶۹) پاکیزہ۔

جب یہ فیصلہ سابقہ اور لاحق شریعت کے مطابق ہوا تو اسے خطا کیسے کہا جاسکتا ہے؟ اور یہ بات پانچویں وجہ سے خوب آشکار ہو جائے گی۔

وجہ خامس

حلت غنائم کے بارے میں نزول شریعت، فکلوا مما غنمتم حضور ﷺ کی تائید اور اقرار و تصویب ہے، اگر یہ فیصلہ غلط ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت رکھ کر تاقیامت شرعی حکم نہ بناتا۔

دوسروں کی رائے

حتیٰ کہ جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطا ہو سکتی ہے البتہ اس پر اقرار نہیں ہو سکتا وہ بھی مانیں گے، کہ اس فیصلہ میں خطا نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی فیصلہ کو باقی رکھا تو خطا کیسے ہو سکتی ہے؟
حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

وقد استمر الحكم في الاسرى جمہور علماء کے نزدیک قیدیوں کے
عند جمہور العلماء ان الامام بارے میں دائمی حکم یہی ہے کہ
تخير فيهم ان شاء قتل كما فعل سربراہ کو اختیار ہے چاہے وہ ان کے

بنی قریظہ وان شاء فادی بمال قتل کا حکم دے جیسا کہ بنو قریظہ
کما فعل باسری بدر او بمن اسر کے ساتھ ہوا اور چاہے ان سے مالی
من المسلمین کما فعل رسول فدیہ لے جیسا کہ بدر کے قیدیوں
اللہ ﷻ کے ساتھ ہو یا ان کا مسلمان قیدوں
(تفسیر القرآن: ۲، ۲۳۶) سے تبادلہ کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ
ﷺ نے کیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اسی فیصلہ کو ہی تاقیامت جاری و ساری
فرمادیا۔

وجہ سادس

اگر آپ ﷺ کا قیدیوں کے بارے میں فیصلہ و موقف غلط ہوتا تو اللہ
تعالیٰ فدیہ کی واپسی اور اس خطا پر معافی مانگنے کا حکم فرماتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے
اسے ثابت رکھا اور اسے تاقیامت اپنی شریعت قرار دے دیا، اگر خطا تھی تو اسے
ثابت اور شریعت بنانا کیسے درست ہوتا؟

وجہ سابع

اگر آپ ﷺ کا یہ موقف خطا ہوتا تو کبھی بھی آپ ﷺ حلت غنائم کو
اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور اسے اپنا خاصہ کے طور پر بیان نہ فرماتے حالانکہ حضور
ﷺ اسے بطور خاصہ بیان کیا بلکہ جو اہم، انفع اور اعظم پانچ خصائص بیان
فرمائے ان میں یہ شامل ہے بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے
مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں ان میں
سے ایک یہ ہے۔

احلت لی الغنائم ولم تحل لاحد میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا
قبلی گیا جو پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔

امام خطابی فرماتے ہیں پہلی شرائع دو اقسام کی ہیں۔

- ۱۔ ان میں جہاد کی اجازت نہ تھی تو وہاں غنائم کہاں؟
- ۲۔ بعض میں جہاد کی اجازت تھی مگر غنائم ان کے لیے حلال نہ تھے، ہوتا یوں کہ آگ آ کر انہیں جلا دیتی۔

وجہ ثامن

حضور ﷺ نے جو فدیہ قبول فرمایا اس میں بہت بڑا حکیمانہ راز مضمر تھا
کیونکہ شریعت (حکم) بعد میں نازل ہوئی۔

اب وہ یا تو اس فیصلہ کو ثابت رکھتی تو یہی مقصود ہے اور یہی ہوا۔
یا وہ اس فیصلہ کو قلم قرار دے کر فدیہ کی واپسی اور قتل اسارٹی کا حکم
جاری کر دیتی۔

موجودہ فیصلہ کی صورت میں فدیہ واپس کر کے ان قیدیوں کو قتل کر دیا
جاتا۔ اب اگر آپ ﷺ دوسرا فیصلہ کر کے قتل کروا چکے ہوتے اور حکم شرع فدیہ کا
نازل ہو جاتا تو پھر اس وقت کیا صورت حال ہوتی!

تو پھر قتل سے رک جانا ہی سراپا حکمت تھی، جس سے واضح ہوا کہ یہی
فیصلہ صواب تھا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے قائم و دائم رکھا۔

قاضی ابو بکر بن العربی کی گفتگو

قاضی ابو بکر بن العربی مالکی (۵۴۳) نے اس موقع پر جو سوال و

جواب تحریر کیا اس مقام پر اسے نقل کرنا نہایت ہی اہم ہے۔

سوال: حضور ﷺ نے فدیہ قبول کیا اور فدیہ والی رائے دینے والے صحابہ کی رائے مانی، کیا یہ ذنب و گناہ ہے؟ بندہ کہتا ہے لوگوں نے ہمارے ہاں اسے خطا قرار دیا ہے جس کے رد کے لیے ہمیں قلم اٹھانا پڑا اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

حاشا للہ من هذا القول ایسی بات کرنے سے اللہ کی پناہ
حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے لیے توقف و انتظار کیا اور پھر
ابھی بھی کفار کا قتل فوت نہیں ہوا تھا (یعنی وہ قبضہ میں تھے) پھر حضور ﷺ نے
ان کے بڑے بڑے ستر سردار (بدر کے دن) قتل کروائے اور ستر قیدی بنائے کیا
یہ النخاع (خوب خون بہانا) کے لیے کافی نہیں۔

وهذا بين عند اهل الصاف ہر منصف پر یہ بات نہایت ہی
(احکام القرآن: ۲: ۸۸۵) آشکار ہے۔

نوٹ: اہل علم ایسی بات زباں پر لانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ رہے ہیں، ایک
ہم ہیں جو اسے دلائل قطعیہ سے حضور ﷺ کی خطا قرار دے رہے ہیں۔

وجہ تاسع

اساری بدر کے بارے میں آپ ﷺ کے اس فیصلہ کو غلط کیسے قرار دیا
جاسکتا ہے؟ کیونکہ اس پر شاہد موجود ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ کو حکم یہ ملا تھا
کہ صحابہ سے پوچھ لو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو۔

امام ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے سند صحیح سے سیدنا علی کرم اللہ

تعالیٰ وجہ سے نقل کیا، بدر کے دن حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ، قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیجئے اگر چاہیں تو انہیں قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو فدیہ لیں مگر اس صورت میں اگلے سال تمہیں اتنی مقدار شہید کروانا ہوگی، مشورہ پر صحابہ نے فدیہ قبول کیا اور عرض کیا ہم شہادت کے لیے تیار ہیں، طبقات ابن سعد میں حضرت قتادہ سے صحابہ کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

ہم فدیہ لیں گے اور اس سے ہم ان کے خلاف قوت حاصل کریں گے۔
ویدخل العام القابل منا الجنة آئندہ سال ہم سے ستر جنت میں
سبعون داخل ہوں گے۔

(الطبقات، ۲: ۲۲)

حافظ احمد قسطلانی نے یہ نقل کرنے کے بعد لکھا۔

وهذا دليل على انهم لم يفعلوا یہ واضح دلیل ہے کہ صحابہ نے
الا ما اذن لهم فيه اجازت واذن کے بعد ہی ایسا کیا۔

(المواهب، ۳: ۲۵۹)

اس روایت کا تذکرہ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔
جامع ترمذی، سنن نسائی، صحیح ابن حبان میں بروایت علی مرتضیٰ منقول
ہے کہ اس موقع پر حضرت جبریل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ حکم
سنایا کہ آپ صحابہ کرام کو دو چیزوں میں اختیار دے دیجئے ایک یہ کہ ان قیدیوں
کو قتل کر کے دشمن کی کثرت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں دوسرے یہ کہ ان کو فدیہ
یعنی کچھ مال لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن اس دوسری صورت میں بامر الہی یہ طے

شدہ ہے کہ اس کے بدلہ آئندہ سال مسلمانوں کے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے جتنے قیدی آج مال لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے۔

(معارف القرآن، ۴: ۲۸۳)

وجہ عاشر

اساری بدر کے فیصلہ کو غلط کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ بدر سے پہلے سریہ عبداللہ بن جحش میں فدیہ لیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب نہیں فرمایا۔ اہل سیر نے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو قریش کے قافلہ کے لیے روانہ کیا، انہوں نے عمرو بن حضرمی کو قتل، عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا کچھ بھاگ گئے قریش نے ان دونوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی پیش کش کی آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے ساتھی سعد اور عتبہ کی واپسی تک (انہیں واپسی میں تاخیر ہو گئی تھی) ہم فدیہ نہیں لیں گے، ہمیں خوف ہے اگر تم نے انہیں قتل کیا تو ہم تمہارے ساتھیوں کو نہیں چھوڑیں گے، جب دونوں صحابی بخیریت پہنچ گئے۔

فقد اهما رسول الله ﷺ كل تو ان دونوں کا فدیہ ادا ہوا جو ایک واحد باربعین اوقیہ، کے بدلے چالیس اوقیہ سونا تھا۔
ان میں سے حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے اور آپ ﷺ کے ہاں رہے حتیٰ کہ بنو معونہ کے موقع پر شہید ہوئے، عثمان بن عبداللہ مکہ چلا گیا اور وہاں حالت کفر میں مرا۔

یہ واقعہ رجب، بعض کے ہاں جمادی الاخرہ کا ہے حالانکہ بدر رمضان میں تھا ہاں دونوں دوسری ہجری میں ہوئے تو اس سریہ میں اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے پر ہرگز عتاب نہیں فرمایا اگر ممنوع ہوتا تو اللہ تعالیٰ عتاب فرماتا۔

وجہ حادی عشر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ماکان لنبی ان یکون له امری کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو
حتی یثخن فی الارض یریدون زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان
عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة کا خون خوب نہ بہائے تم دنیا کا مال
(انفال، ۶۷) چاہتے ہو۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

اس میں بار بار غور کریں اس میں کہیں بھی حضور ﷺ پر عتاب نہیں اگر
عتاب ہے تو ان لوگوں پر جنہوں نے عرض دینا میں فدیہ (مال) لینے کا مشورہ دیا
پیچھے گزر چکا ہے آپ ﷺ نے پہلے عام لوگوں سے اور پھر تین صحابہ سے مشورہ
لیا۔ یریدون عرض الدنیا سے وہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے حصول مال
کے لیے مشورہ دیا، رہی آپ ﷺ کی ذات اقدس حاشا وکلا آپ کبھی ایسا
خیال بھی نہیں کر سکتے کیونکہ تمام دنیا آپ کے ہاں کیا وقعت رکھتی ہے، آپ
ﷺ کا فرمان ہے۔

مالی وللدنیا ما انا والدنیا الا میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق؟ میں دنیا
اکراکب استظل تحت شجرة میں اس مسافر کے طرح ہوں جو کسی
ثم راح وترکھا سایہ درخت کے نیچے بیٹھتا ہے پھر
اسے چھوڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ سے یہ کہا گیا آپ کے لیے مکہ کے پہاڑ سونا بنا دیئے
جائیں لیکن آپ نے اسے پسند نہ فرمایا تو آپ ﷺ مال فدیہ کی طرف کیسے
متوجہ ہو سکتے ہیں؟

امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) رقمطراز ہیں۔

وتریدون الخطاب فیہ لمن اراد اور تم دنیا چاہتے ہو، سے مخاطب
منہم ذلک ولیس المراد صحابہ میں سے کچھ لوگ ہیں اس
بالمريد النبی ﷺ بعصمته سے مراد سرور عالم ﷺ کی ذات
(التقریر والتعہیر، ۳: ۳۹۶) اقدس ہرگز نہیں کیونکہ آپ ﷺ
معصوم ہیں۔

پھر فرماتے ہیں اس میں عتاب کہاں۔

بل فیہ بیان ماخص بہ وفضل من بلکہ اس میں حضور ﷺ کی ایسی
بین سائر الانبیاء فکانہ قال خصوصیت وفضیلت کا تذکرہ ہے جو
ماکان هذا لنبی غیرک۔ دوسرے کسی نبی کو حاصل نہیں گویا
(ایضاً: ۳: ۳۹۶) فرمایا آپ ﷺ کے علاوہ کسی
دوسرے نبی کو اس کی اجازت نہیں۔

الغرض صاحب تدبر ان آیات سے حضور کی شان پا رہا ہے جبکہ سرسری

مطالعہ والا اسے خطا و عتاب قرار دے رہا ہے۔



فصل ثالث

حلت غنائم مراد ہونا
ہی اصح و مختار ہے

حلت غنائم مراد ہونا ہی اصح و مختار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔
اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا
تو تم نے جو کافروں سے بدلے کا

مال لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

کتاب سابق (فیصلہ سابق) کیا تھا؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ تمہارے لیے غنائم حلال جبکہ دوسروں کے لیے حرام۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے تم پر عذاب نہ ہوگا۔

۳۔ تمہارے گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔

۴۔ اجتہادی خطا پر گرفت نہیں وغیرہ۔

اگرچہ مفسرین نے عموم پر تصریح کی ہے کہ ان میں سے ہر کوئی آیت کے تحت آ سکتا ہے مگر یہ بھی تو تصریح موجود ہے کہ اولین معنی (حلت غنائم کا فیصلہ) لینا اصح و مختار ہے۔

۱۔ امام احمد بن محمد قرطبی (۶۶۸) اس میں اختلاف اور ان میں اصح کی نشاندہی یوں کرتے ہیں۔

اختلف الناس فی کتاب اللہ لوگوں کا سابق تحریر الہی میں اختلاف

السابق على اقوال اصحابها ما ہے ان اقوال میں اصح یہی ہے کہ
سبق من احلال الغنائم یہ حلت غنائم کا فیصلہ تھا۔

اس پر ایک حدیث بطور استشہاد پیش کرتے ہیں کہ امام ابو داؤد طیالسی
نے مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، بدر کے دن لوگ غنیمت
کی طرف جلد لپک پڑے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مال غنیمت تم سے پہلے کسی
پر حلال نہ تھا، پہلے انبیاء اور ان کی امتیں اسے جمع کرتیں پھر آسمان سے آگ آ
کر اسے جلا دیتی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

لولا کتاب من اللہ اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا
(الانفال، ۶۸) ہوتا۔

اسے امام ترمذی نے بھی نقل کیا اور فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ۸: ۵۰)

۲۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر (۷۷۴ھ) نے سیدنا عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ نقل کی ہے۔

یعنی فی ام الكتاب الاول ان ام الكتاب الاول میں یہ تھا کہ غنائم
المغانم و الاسارى حلال لكم اور قیدی تمہارے لیے حلال
(لمسکم فیما اخذتم) من ہیں ورنہ قیدیوں سے فدیہ لینے پر
الاسارى (عذاب) عذاب آجاتا۔

اس طرح یہی تفسیر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما

سے نبی مروی ہے پھر متعدد تابعین حضرت سعید بن جبیر، عطاء، حسن بصری۔
قنادہ اور اعمش کا بھی یہی قول ہے۔

۳۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وہو اختیار ابن جریر رحمہ اللہ امام ابن جریر نے اسے مختار قرار دیا
(تفسیر القرآن، ۲: ۳۲۶) ہے۔

تو جو تفسیر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول ہے اسے ہی ترجیح حاصل
ہونی چاہیے اور وہ یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے غنیمت کو حلال قرار
نہ دیا ہوتا تو تم پر عذاب آتا چونکہ اس کا فیصلہ وہی ہے جو تم نے کیا لہذا عذاب کا
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت قاضی عیاض مالکی (۵۴۴) رقمطراز ہیں۔

فیہ بیان ماخص بہ وفضل من بین اس فرمان الہی میں حضور ﷺ کی
سائر الانبیاء فسبحانہ قال ما ایسی خصوصیت اور فضیلت کا ذکر
کان هذا لنبی غیرد کما قال ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں
ﷺ املت لی الغنائم ولم تحل تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس عمل کی
لنبی قبلی آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی نبی کو
(الشفاء، ۲: ۵۹) اجازت نہ تھی جیسا کہ آپ ﷺ کا

فرمان ہے میرے لیے غنائم حلال

کے گئے جبکہ پہلے کسی نبی کے لیے

حلال نہ تھے۔

امام احمد خفاجی نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

ای لم يقع هذا الذي خصصت به یہ خصوصیت کہ آپ ﷺ قیدیوں
من اجل اخذك الفدية لمن سے فدیہ لے لیں یہ اجازت آپ
اسرته لنبي من الانبياء السالفة کے علاوہ کسی اور نبی کو حاصل نہیں
غيرك خاصة احل لك کیونکہ یہ فقط تمہارے لیے حلال کیا
وخيرك الله في بين الفداء . ہے اور تمہیں فدیہ اور قتل دونوں کا
(نیم الریاض، ۵: ۳۹۲) اختیار ہے۔

۵۔ امام قاضی بکر بن العلاء مالکی اسی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔
اخبر الله نبيه ﷺ في هذه الآية . اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے
ان تاويله وافق ما كتب له من اپنے نبی ﷺ کو اطلاع فرمائی کہ ان
احلال الغنائم والفداء وقد كان کا اجتہاد میری تقدیر و فیصلہ کے
قبل هذا فادوا في سرية عبدالله مطابق ہے یعنی غنائم و فدیہ حلال
بن جحش (الشفاء، ۲: ۶۰) ہے اور بدر سے پہلے غزوہ عبد اللہ بن
جحش کے موقعہ پر بھی فدیہ لیا گیا تھا۔

۶۔ امام قاضی ابو بکر بن العربی (۵۴۳) فرماتے ہیں لوگوں کا اس میں
اختلاف ہے اور تین اقوال ہیں۔

وهذا كله ممكن صحيح لكن اور تمام ممکن صحیح ہیں لیکن ان میں
اقواه ماسبق من احلال الغنيمة اقویٰ یہی ہے کہ حلت غنیمت کا
وقد كانوا غنموا اول غنيمة في فیصلہ تھا اور اول غنیمت اسلام میں
الاسلام حين ارسل النبي ﷺ جو صحابہ نے حاصل کی وہ ماہ رجب
عبدالله بن جحش في رجب میں سریہ عبد اللہ بن جحش ہے جسے
(احکام القرآن: ۲: ۸۸۳) رسول اللہ ﷺ نے روانہ کیا تھا۔

۷۔ امام برہان الدین ابراہیم بن مرتبہ غی (۸۸۵) نے ابتداءً دو اقوال لکھے مگر عذاب عظیم کے تحت لکھا۔

ولكن سبق حكمي بان المغنم ليكن مير ا زلي فيصله يهي تھا کہ
ولو بالفدا لكم حلال وان غنيمت تمہارے لیے حلال ہے خواہ
تعجلتم فيه امري. بصورت فديہ ہے اور اگر چہ تم نے

(نظم الدرر، ۳: ۲۴۵) اس میں جلدی کی ہے۔

۸۔ امام ابوالحسن واحدی (۴۶۸) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے یوں تفسیر کی ہے۔

لولا كتاب من الله سبق يا محمد اے محمد ﷺ اگر یہ فیصلہ نہ ہوتا مال
ان الغنائم لك وفدا الاسرى غنيمت۔ فديہ اور قیدی بنانا آپ
لك ولا متك حلال کے لیے اور آپ کی امت کے لیے
حلال ہے۔ تو عذاب آ جاتا۔

۹۔ اسی طرح امام ابوالقاسم قشیری (۴۶۵) نے بھی یہی ایک تفسیر نقل کی ہے۔

لولا ان الله حكم في ازاله اگر اللہ تعالیٰ نے ازل میں حضور
باحلال الغنيمه لمحمد ﷺ کے لیے مال غنیمت حلال نہ
والله لمسكم لاجل ما اخلتكم من فرمایا ہوتا تو تمہیں بدر کے دن فدیہ
الفداء منهم يوم بدر (عذاب لینے پر عذاب آ جاتا چونکہ اللہ تعالیٰ
عظیم) ولكن الله اباح لكم نے تمہارے لیے اسے جائز قرار دیا
الغنيمه فزال عنكم العقوبة. تھا لہذا عذاب کا معاملہ ختم

(لطائف الاشارات، ۱: ۴۰۴)

۱۰۔ امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے اگرچہ تفسیر میں اسے مختار قرار نہیں دیا

لیکن ”عصمة الانبياء“۔ میں مخالفین کے جوابات دیتے ہوئے اسی راہ کو اپناتے ہیں، ان کے الفاظ ہیں۔

واما قوله (لولا كتاب من الله الله تعالى کے ارشاد گرامی (لولا سبق) فمعناه لولا ماسبق من كتاب من الله سبق) کا مفہوم یہ تحلیل الغنائم لعذبتكم بسبب ہے کہ اگر ہمارا غنائم کی حلت کا اخذکم هذا الفداء فیصلہ پہلے سے نہ ہوتا تو ہم تمہیں (عصمة الانبياء، ۱۳۲) فدیہ لینے پر عذاب میں مبتلا کر دیتے۔

۱۱۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

فاصح الاقوال فی رأى ابن امام ابن العربی اور امام قرطبی کی العربی والقرطبی فی کتاب رائے میں سابق فیصلہ میں اصح قول السابق ماسبق من احلال الغنائم۔ یہی ہے کہ یہ حلت غنائم کا فیصلہ (التفسیر المنیر، ۷۶:۱۰) تھا۔

۱۲۔ حافظ صلاح الدین یوسف ”فکلوا مما غنمتم“ کے تحت لکھتے ہیں۔

اس میں میں مال غنیمت کی حلت و پاکیزگی کو بیان کر کے فدیہ کا جواز بیان فرما دیا گیا جس سے اس امر کی تائید ہوئی کہ لکھی ہوئی بات سے مراد شاید یہی حلت غنائم ہے۔ (حاشیہ قرآن، ۵۱۰)

نوشتہ تقدیر سے کیا مراد ہے؟

۱۳۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی یہ عنوان قائم کر کے تفسیر مظہری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

اس کے متعلق ترمذی میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال غنیمت تم سے پہلے کسی قوم کسی امت کے لیے حلال نہ تھا۔ بدر کے موقع میں جب مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے حالانکہ ابھی تک ان کے لیے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کا یہ اقدام ایسا گناہ تھا کہ اس پر عذاب آ جانا چاہیے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا کہ اس امت کے لیے مال غنیمت حلال کیا جائے گا اس لیے مسلمانوں کی اس خطا پر عذاب نہیں کیا تھا۔

(معارف القرآن، ۴، ۲۸۵)

نوٹ: جب اس تسیرِ خیر سے اشکال بھی دور اور حضور ﷺ کے اجتہاد کا خطا سے پاک ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اسی کو اختیار کرنا چاہیے۔

اعتراض کا جواب

سوال: اب یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ حدیث میں آچکا کہ عذاب قریب آ گیا تھا اگر اجتہاد درست تھا تو پھر کیا یہ مناسب تھا؟

جواب: کریدون عرض الدنيا۔ کے تحت گزرا کہ یہ ان بعض لوگوں کی طرف خطاب ہے جنہوں نے کچھ دنیا داری کے لیے کیا تھا یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب عذاب کا ذکر کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ عذاب میری طرف مائل تھا بلکہ فرمایا کہ تم پر آنے والا تھا۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں آپ ﷺ کے الفاظ ہیں۔

عرض علی عذاب قومک۔ یعنی تمہارے لوگوں پر جو عذاب آنا تھا وہ مجھے دکھایا گیا۔

یعنی قومک (تمہارے لوگوں پر) فرمایا عذابی (مجھ پر عذاب) نہ
فرمایا۔ (تسیم الریاض، ۵، ۳۹۳)

اسی طرح امام زرقانی (۱۱۲۲) لکھتے ہیں۔

ولذا قال عرض علی عذابکم اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا
عذاب دکھایا گیا۔

یعنی عذابی (مجھ پر عذاب) نہیں فرمایا۔

(زرقانی علی المواہب، ۹: ۴۶)



فصل رابع

حضور ﷺ پر عتاب نہیں

حضور ﷺ پر عتاب نہیں

حضور ﷺ کی خطا و غلطی قرار دینا تو کجا مفسرین اسے حضور ﷺ پر عتاب مانتے ہی نہیں بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ بعض صحابہ پر عتاب ہے آپ ﷺ کے لیے ہرگز نہیں، چند کی آراء و تصریحات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام ابو بکر احمد جصاص حنفی (۳۷۰) اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں کہ یہ صحابہ کے مال غنیمت حاصل کرنے کا معاملہ ہے نہ کہ فدیہ لینے کا مشورہ۔

ومع ذلك فانه يستحيل ان يكون الوعيد في قول قاله رسول الله ﷺ لا نه لا ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى
اس کے ساتھ ساتھ واضح رہے کہ وعید و عتاب حضور ﷺ کے قول و اجتہاد پر محال ہے کیونکہ آپ ﷺ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں (احکام القرآن: ۳: ۲۵۸) بلکہ آپ کا نطق وحی ہوتا ہے۔

۲۔ امام عماد الدین بن محمد الکلیا البراسی شافعی (۵۰۳) نے اس پر یوں گفتگو کی ہے۔

اسر بعضهم رغبة في الفداء فصار ذلك معصية منهم مخالفة
بعض لوگوں نے رغبت فدیہ کی بنا پر کفار کو قیدی بنایا تو یہ ان سے

فان قيل افكان النبی علیہ الصلاة والسلام موافقاً لهم! قيل بل كان عليه السلام امرهم بالالتحان وبلغهم ذلك من الله تعالى ولذلك كانوا عصاة بترك الامرو فان قيل فلم اضاف الامرالى النبی علیہ الصلاة والسلام فقال ماكان لنبی ان يكون له اسرى؟ قيل من الممكن انهم سروا الكفار ليسلموهم الى النبی علیہ الصلاة والسلام فان قيل لم توقف بعد الاسرى قتلهم واستثار اصحابه فاشار عن قتلهم واشار ابو بكر باستبقائهم. فالجواب ان ذلك لتجوز تخيير بعد الاسرو ان كان الواجب من قبل القتل (احكام القرآن: ٣: ١٦٥)

معصیت و مخالفت کا صدور ہوا۔ سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے ان کی موافقت کی تھی؟ جواب، آپ ﷺ نے انہیں خوب خون بہانے کا حکم دیا اور انہیں اللہ کا حکم بتایا اس ترک حکم کی بنا پر وہ نافرمان ٹھہرے۔ سوال: پھر معالجہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کیوں ماکان لنبی ان يكون له اسرى؟ جواب: ممکن ہے انہوں نے کفار کو حضور ﷺ کے سپرد کرنے کے لیے گرفتار کیا ہو؟ سوال: آپ ﷺ نے ان کے قتل میں توقف کر کے صحابہ سے کیوں مشورہ لیا؟ اور ان میں کچھ نے قتل کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا کہا جواب: اگرچہ قبل از گرفتاری قتل ہی لازم تھا مگر کے بعد اختیار تھا خواہ قتل کریں یا فدیہ لیں۔

۳۔ امام ابو بکر محمد ابن العربی مالکی (۵۴۳) نے یہاں مسئلہ سابعہ کے تحت سوال و جواب کی صورت میں اسے واضح کرتے ہوئے لکھا۔

فان قيل فقد اختاره النبي ﷺ سوال: حضور ﷺ نے ان کی رائے معہم فهل يكون ذلك ذنباً کو قبول فرمایا تو کیا یہ آپ ﷺ منہ؟ سے صدور گناہ ہوا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فلما كذلك تو ہم کہیں گے کہ یہ بعض لوگوں کا فقال انه كان من النبي ﷺ وہم ہے جنہوں نے کہا یہ آپ ﷺ معصية غير معينة وحاشا لله من سے غیر ارادی معصیت کا صدور ہوا هذا القول انما كان من النبي ﷺ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ ایسی بات سے ماٹتے ہیں، حضور ﷺ نے فیصلہ میں توقف وانتظار ولم يكن القتل ليفوت، مع انهم كانوا قد قتلوا الصناديد والخنوا في الارض فانتظر النبي ﷺ هل ذلك كاف فيه ام لا؟ وهذا بين عند اهل الانصاف

(احکام القرآن، ۲: ۸۸۵)

چکے تھے اس پر پھر آپ ﷺ نے انتظار کیا، کیا یہ کافی تھا یا نہیں؟ اور یہ بات اہل انصاف پر روشن ہے۔

۴۔ امام ابو عبد اللہ القرطبی (۶۶۸) لکھتے ہیں اکثر مفسرین کی یہی رائے

ہے اور اس کے علاوہ دوسرا معنی کرنا درست ہی نہیں۔ مسئلہ ثانیہ کے تحت رقمطراز ہیں۔

ہذہ الایۃ نزلت یوم بدر عتاباً من اللہ عزوجل لاصحاب نبیہ ﷺ والمعنی ما کان ینبغی لکم ان تفعلوا ہذا الفعل الذی یوجب ان یکون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اسری قبل الاثنان ولہم ہذا اخبار بقولہ (تربدون عرض الدنیا) والنبی ﷺ لم یامر باستبقاء الرجال وقت الحرب ولا اراد قط عرض الدنیا وانما فعلہ جمہور مباشر الحرب فالتوبیخ والعتاب انما کان متوجہاً بسبب من اشار علی النبی ﷺ باخذ الفدیۃ ، ہذا قول اکثر المفسرین وهو الذی لایصح غیرہ

یہ آیت مقدسہ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ پر بطور عتاب نازل ہوئی مفہوم یہ ہے کہ تمہارے شایان شان نہیں تھا کہ تم ایسا فعل کرو جو حضور ﷺ کے لیے خوب خون بہانے سے پہلے قیدی بنانے کا موجب ہو اور انہیں تربدون کے ذریعے اطلاع دی جبکہ حضور ﷺ نے انہیں ہرگز بوقت جنگ لوگوں کی گرفتاری کا نہیں کہا اور نہ مال دنیا کا ارادہ فرمایا تو یہ جنگ میں صحابہ سے ہوا تو زجر و عتاب ان کی طرف متوجہ ہے جنہوں نے فدیہ کا ارادہ اور مشورہ دیا تھا، یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا قول درست نہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن، جز ۱۰: ۴۶)

د۔ امام ابو زید عبید اللہ بن عمرو بوسی حنفی (۴۷۰) کے الفاظ ہیں۔

فان قيل اليس الله عاتب رسول الله ﷺ على الفداء وقال رسول الله ﷺ لو نزل العذاب مانجى الا عمر فدل على ان ابابكر كان مخطئا

سوال، کیا اللہ تعالیٰ نے اس فدیہ پر حضور ﷺ کو عتاب نہیں کیا؟ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی نجات نہ پاتا تو معلوم ہوا حضرت ابوبکر سے خطا ہوئی تھی۔

اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

هذا لا يجوز ان يعتقد فان رسول الله ﷺ عمل برأى ابى بكر ولا بد ان يقع عمل رسول الله ﷺ اذا اقر عليه والله تعالى قد فرره عليه فقال فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا.

ایسا کہنا ہرگز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی رائے پر فیصلہ دیا ہے جب یہ حضور ﷺ کا عمل بنا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قائم رکھا اور فرمایا کھاؤ حاصل کردہ غنیمت کو جو حلال و پاکیزہ ہے۔

(تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ، ۳۱)

۱۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) قاضی ابوزید حنفی کی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اگر یہ خطا ہے تو اعتراض ہو جائے گا۔

مع انه ليس فيه الزام ذنب النبی ﷺ بل فيه بيان خص به وفضل من بين سائر الانبياء فكانه قال ما كان هذا النبي غيرك

باوجودیکہ اس میں ہرگز حضور ﷺ پر ذنب کا لزوم نہیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کی وہی فضیلت و خصوصیت کا ذکر ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل

نہیں گویا فرمایا یہ عمل آپ ﷺ کے
علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔

آگے عتاب کے بارے میں کہتے ہیں۔

وتریدون الخطاب فيه لمن اراد اور تریدون کا خطاب ان کے لیے
منهم ذلك وليس المراد ہے جنہوں نے فدیہ کا ارادہ کیا۔ نہ
بالمريد النبي ﷺ لعصمه کہ نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔

(التقریر، ۳: ۳۹۶)

۷۔ حضرت قاضی عیاض مالکی (۵۴۳) نے بھی یہی اعتراض نقل کیا۔

فان قيل لما معنى قوله تعالى سوال: اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ”
تریدون عرض الدنيا تم نے دنیا کا ارادہ کیا“ کا مفہوم کیا
ہے؟

اور جواب دیتے ہوئے لکھا۔

الخطاب لمن اراد ذلك منهم و یہاں وہ کچھ لوگ مراد ہیں جن کی
تجرد غرضه لغرض الدنيا وحده غرض محض حصول دنیا اور اس کی
والاستكثار منها وليس المراد کثرت تھی حضور ﷺ اور آپ کے
بهذا النبي ﷺ ولا عليه اصحابه کبار صحابہ ہرگز مراد نہیں

پھر اس کی تائید میں حضرت ضحاک تابعی سے یہ روایت نقل کی، جب
بدر میں مشرکین بھاگ نکلے تو کچھ مسلمان ان کا ساز و سامان حاصل کرنے لگ
پڑے حضرت عمر کہتے ہیں مجھے احساس ہوا شاید کفار دوبارہ حملہ آور نہ ہو جائیں تو
اس پر یہ الفاظ نازل ہوئے تریدون عرض الدنيا، یعنی یہ فدیہ کا معاملہ نہیں

بلکہ معاملہ ہی اور ہے۔ (الشفاء، ۲: ۵۹)

حضرت ملا علی قاری اس کی شرح یوں کرتے ہیں۔

وہم بعض ضعفا المومنین۔ اور یہ بعض ضعیف مسلمان تھے۔

(شرح الشفاء، ۲: ۲۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدر کے دن کچھ مسلمانوں نے مال غنیمت میں جلدی کا ثبوت دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے مال غنیمت لوگوں کے لیے حلال نہ تھا وہ جمع کرتے اور اسے آگ پر آ کر جلا دیتی اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں، مولا کتاب من اللہ

(مشکل الآثار، ۸: ۳۷۸)

۸۔ حافظ عراقی نے بڑی تفصیل سے واضح کیا کہ یہ حضور ﷺ پر مواخذہ و عتاب ہرگز نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے کبار صحابہ بھی اس سے بری ہیں۔

فالصواب انہ فوض له الاجتهاد درست یہ ہے کہ قیدیوں کے فی الاسارى فوضه لاصحابہ بارے میں حضور ﷺ کو اجتہاد کی فافتی عمر بالقتل وکان هو اجازت دی اسے آپ نے صحابہ المصلحة واجتهد الصحابة بما کے سپرد کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ لم يرد للمصلحة فخلص عمر و نے قتل کا کہا اور مصلحت یہی تھی، لم يواخذ النبي صلى الله عليه وسلم لبلل جهده في اجتهاده دیگر اصحاب نے خوب سوچا مگر مصلحت تک نہ پہنچ سکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بری قرار پائے اور فله اجر۔

حضور ﷺ پر بھی مواخذہ نہیں کیونکہ
آپ نے خوب اجتہاد کیا اس لیے
آپ کو اس پر اجر ہے

پھر فرماتے ہیں۔

والیٰ هذا ذهب لحول العلماء و بڑے علماء کا یہی قول ہے اور یہ ظاہر
جمع بین ظاہر الایۃ وما یجب آیت اور عقیدہ معصومیت نبی ﷺ
لمقامہ صلی اللہ علیہ وسلم من کے درمیان موافقت بھی ہے۔
العصمة.

امام خفاجی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں۔

وهو حسن جدًا او احسن مما یہ بہت ہی خوبصورت بات ہے اور
اختاره المصنف مصنف کے مختار سے بھی احسن ہے

(نیم الریاض، ۵: ۳۹۳)

۹۔ امام احمد خفاجی نے امام قرآنی مالکی کے حوالہ سے لکھا۔

انه صلی اللہ علیہ لبس معاباً ولا یہ حضور ﷺ پر عتاب نہیں آپ
مخاطبائنا اصلاً وانه هو التحقيق۔ یہاں بالکل مخاطب ہی نہیں اور تحقیق

(نیم الریاض، ۵: ۳۹۳) بھی یہی ہے۔

۱۰۔ امام زرقانی (۱۱۲۲) تمام دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اسلای

بدر کے بارے میں یہ حضور ﷺ کا خوبصورت فیہ اہ تھا اس کا اللہ تعالیٰ
نے رد نہیں فرمایا بلکہ اظہار نعمت کے طور پر اپنے ازلی (غنائم تمہارے
حلال میں) فیصلہ کا اظہار فرمایا۔

لأعلى وجه عتاب أو انكار أو یہ نہ تو عتاب ہے نہ انکار اور نہ گناہ
تذیب و ذنب۔

(زرقانی علی المواہب، ۹: ۵۰)

۱۱۔ فخر المفسرین علامہ غلام رسول سعیدی نے بعنوان ”بعض صحابہ پر
عتاب نازل ہوا نہ کہ رسول اللہ ﷺ پر“ کے تحت لکھا۔
بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فدیہ لینے کی رائے کو جو ترجیح
دی تھی اس پر یہ عتاب متوجہ ہوا ہے لیکن یہ تفسیر قطعاً باطل ہے یہ عتاب ان بعض
صحابہ کی طرف متوجہ ہے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے۔

(تبیان القرآن، ۴: ۶۹۳)

۱۲۔ مولانا سید مودودی نے بھی واضح طور پر لکھا ہے کہ
یہ عتاب نبی ﷺ پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر ہے۔
(تفہیم القرآن، ۲: ۱۵۹)

۱۳۔ مولانا اصلاحی کی گفتگو

ملاحظہ کریں علماء امت، کبار صحابہ کے دامن کو بھی آلودہ نہیں سمجھتے لیکن
ہم حضور سرور عالم ﷺ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو
نہیں کہ یہ خطاب ہی کفار کو ہو جنہوں نے غلط پروپیگنڈہ کیا کہ یہ نبی مال لوٹنے
کے لیے لوگوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں تو اس کے حوالے سے فرمایا میرے نبی
اور ان کے صحابہ ہرگز ایسا نہیں سوچتے بلکہ تم دنیا کے حریص ہو اور ہ تمام اللہ تعالیٰ
کی منشاء کے مطابق چلتے ہیں اور وہ تو آخرت ہی چاہتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی نے یہ گفتگو کی ہے ہم اسے پورا نقل کیے دیتے ہیں۔

آگے قریش کے اس پراپیگنڈے کا جواب دیا ہے جو انہوں نے بدر میں شکست کھانے کے بعد اسلام، مسلمانوں اور نبی ﷺ کے خلاف شروع کیا۔ جنگ بدر سے پہلے تک تو، جیسا کہ پیچھے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے، وہ اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری کو اسلام کے خلاف بطور ایک دلیل کے پیش کرتے تھے۔ کہتے کہ یہ دین اگر حق ہوتا تو کیا اس کو ایسے ہی کمزور و ناتوان حامل ملتے، اگر محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہوتے تو کیا وہ ایسے ہی بے کوسیلہ و ذریعہ اور بے حامی و مددگار ہوتے اگر اسلام حق ہوتا تو کیا ہم پر کوئی عذاب نہ آ جاتا؟ مختصر یہ کہ وہ اپنے غلبہ اور اسلام کی مظلوبیت کو اسلام کے باطل ہونے اور اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہراتے۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر کو انہوں نے خود فیصلہ کی ایک کسوٹی کا درجہ دے دیا اور ان کے لیڈروں نے علانیہ یہ کہا کہ اس جنگ میں جو جیتے گا وہ حق پر سمجھا جائے گا۔ بالآخر جب جنگ کا نتیجہ ان کے خلاف نکلا اور وہ خود اپنی ہی انتخاب کردہ کسوٹی پر کھوٹے ثابت ہو گئے تو انہیں اپنی قوم کو سنبھالنے اور بدر کی شکست کے اثرات سے اسکو بچانے کے لیے اپنے پروپیگنڈے کے رخ کو بدلنا پڑا۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ کہیں کسی پیغمبر کے بھی یہ کام ہوتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو یوں باہم لڑا دے، ملک میں خونریزی کرائے۔ اپنے ہی بھائی بندوں کو قیدی بنائے، ان سے فدیہ وصول کرے، ان کا مال لوٹے اور اس کو اپنے ساتھیوں کو بانٹ کر کھائے کھائے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ سارے کام تو اقتدار و سلطنت کے طالبوں اور دنیا داروں کے ہیں تو یہ پیغمبر کہاں سے

ہوئے اور ان کو خدا سے کیا واسطہ؟

قریش نے اپنے پروپیگنڈے سے ایک طرف تو، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، اپنی قوم کو بدر کی شکست کے اثرات سے بچانا چاہا کہ مبادا مسلمانوں کی اس فتح مبین سے وہ اسلام اور محمد ﷺ کی حقانیت کا کوئی تصور قبول کرے، دوسری طرف نہایت ہوشیاری سے مسلمانوں کے اس جوش جہاد پر ضرب لگانی چاہی جو بدر کے بعد قدرتی طور پر بہت نمایاں ہو گیا تھا اور جس پر، اوپر کی آیات میں مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے۔ یہ صورت حال مقتضی ہوئی کہ اس سلسلہ میں ان کے اس پروپیگنڈے کا جواب دے دیا جائے کہ کم از کم مسلمانوں پر اس کا کوئی برا اثر نہ پڑنے پائے۔ چنانچہ یہاں تمام متعلق گروہوں کو مخاطب کر کے اس کا جواب دیا گیا۔

پہلے قریش کے لیڈروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جو کچھ پیش آیا اس کی ذمہ داری نبی پر نہیں بلکہ خود تم پر ہے۔ کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ قیدی پکڑے، فدیہ وصول کرے اور مال غنیمت لوٹنے کے لیے زمین میں خوزیزی تک نوبت پہنچا دے۔ ان چیزوں کے طالب تم ہو، خدا ان چیزوں کا طالب نہیں ہے۔ شکر کرو کہ ابھی بات یہیں تک رہ گئی۔ ورنہ تم نے جو شرارت کی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم پر خدا کا کوئی سخت عذاب آ جاتا لیکن اللہ نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اس وجہ سے تمہیں کچھ مہلت دے دے گئی۔

اس کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ان شریر لوگوں کے پروپیگنڈے سے ذرا بھی متاثر نہ ہو۔ جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا وہ تمہارے لیے بالکل حلال طیب ہے۔

اسی سلسلہ میں جنگ بدر کے ان قیدیوں کو جنہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ پیغام دلوا یا کہ وہ یہ فدیہ لیے جانے سے دل گرفتہ نہ ہوں۔ یہ ان کے اوپر ایک احسان کیا گیا ہے اور اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو بہت ممکن ہے کہ اللہ ان کو اپنے حریف احسان سے نوازے اور اگر انہوں نے اس کی قدر نہ کی بلکہ پھر اسلام کے مقابل میں جنگ کے لیے آئے تو یاد رکھیں کہ اس سے بھی سخت دن دیکھیں گے۔ اسی روشنی میں آگے کی آیات تلاوت فرمائیے۔

اس کے بعد الفاظ کی تحقیق اور جملوں کی وضاحت کرتے لکھتے ہیں۔

ماکان، کا اسلوب بیان رفع الزام کے لیے

”ماکان لنبی ان یكون له اسرى. حتى یسخر فی الارض“

ماکان “کا اسلوب بیان الزام اور رفع الزام دونوں کے لیے آ سکتا ہے اور قرآن میں دونوں ہی قسم کے مواقع میں یہ اسلوب استعمال ہوا ہے۔ اس امر کا تعین کہ یہ الزام کنے کے لیے ہے یا رفع الزام کے لیے موقع و محل، سیاق و سباق، قرینہ اور مخاطب کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی اسلوب بیان آل عمران ۱۶۱ میں ہے۔ وماکان لنبی ان یغل ومن یغلل یأت بم غل یوم القیمة (اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کے ساتھ حاضر ہوگا) ظاہر ہے کہ یہ آیت الزام کے لیے نہیں بلکہ رفع الزام اور نبی کی تنزیہ شان کے لیے ہے اس آیت کے بارے میں تمام اہل تاویل کا اتفاق ہے کہ منافقین کو مخاطب کر کے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تم نبی پر خیانت کی جو تہمت دھرتے ہو یہ سورج پر تھوکنے کی کوشش کے

مترادف ہے، کوئی نبی بھی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ خیانت اور بے وفائی کا مرتکب ہو۔ ٹھیک اسی اسلوب پر آیت زیر بحث میں قریش کی تردید کی گئی ہے کہ تم نبی پر یہ الزام جو لگاتے ہو کہ یہ ہوس اقتدر میں مبتلا ہیں، اپنی قوم میں انہوں نے خوریزی کرائی، اپنے بھائیوں کو قید کیا، ان کا مال لوٹا، ان سے فدیہ وصول کیا، یہ ساری باتیں تمہاری اپنی کھیاہٹ مٹانے کے لیے ہیں۔ کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ قیدی پکڑنے، فدیہ وصول کرنے اور مال غنیمت لوٹنے کے شوق میں ملک میں خوں ریزی برپا کر دے۔ یہ باتیں تم اس لیے کہتے ہو کہ تم نبی کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہو تمہاری چاہتیں چونکہ یہی کچھ ہیں، تم سمجھتے ہو کہ نبی بھی یہی کچھ چاہتا ہے۔

خطاب قریش سے

”کرمیدون عرض الدنيا والله يريد الاخره“ یہ خطاب قریش سے ہے۔ قرآن میں خطاب کا انداز، جیسا کہ ہم بار بار واضح بھی کر چکے ہیں، بالکل اسی طرح کا ہوتا ہے جو ایک اعلیٰ خطیب تقریر میں اختیار کرتا ہے۔ جتنی پارٹیاں سامنے ہوتی ہیں بیک وقت سب کی طرف رخ بدل بدل کر ان کے ذہن کے لحاظ سے بات کہتا چلا جاتا ہے۔ خود بات ہی واضح کر دیتی ہے کہ مخاطب کون ہے اور اس کے کس شبہ یا اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے۔ یہاں بھی صورت ہے۔ اس آیت کا مخاطب مسلمانوں کو اور وہ بھی سید عالم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو تو ماننے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور بالفرض اس آیت کا مخاطب دل پر جبر کر کے نبی ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تھوڑی دیر کے لیے کوئی مان

بھی لیں تو اس کے بعد جو آیت آرہی ہے اس کا مخاطب نبی ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو ماننے کے لیے کوئی دل و جگر کہاں سے لائے۔

اسلوب بیان کی بلاغت

بہر حال ہمارے نزدیک یہ خطاب قریش سے ہے اور یہ ان کے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا جا رہا ہے جس طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اس قسم کی دنیا طلبی تمہارا ہی شیوہ ہے اللہ تو آخرت کو چاہتا ہے۔ یہاں اسلوب بیان کی یہ بلاغت ملحوظ رہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ نبی اور اہل ایمان آخرت کے طلب گار ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ آخرت کو چاہتا ہے۔ اس سے مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ نبی اور اہل ایمان کے ہاتھوں جو کچھ یہ ہو رہا ہے ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ اللہ کی مرضی اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے، نبی اور اہل ایمان کی حیثیت اس سارے کام میں محض آلہ اور واسطہ کی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ یہی عین اللہ کا ارادہ اور اس کی مرضی ہے۔ اللہ کی مرضی اپنے بندوں کے لیے یہ ہے کہ وہ ہر کام آخرت کو اپنا نصب العین بنا کر کریں تو نبی اور اس کے ساتھیوں کا کوئی اقدام اللہ کی مرضی کے خلاف کس طرح ہو سکتا ہے۔ گویا بدر اور اس سلسلہ کے تمام اقدامات کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ وہ جو ارادہ فرماتا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اس کا ہر ارادہ عدل و حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اب تم جوڑا ٹوٹا کرنا چاہتے ہو کرتے رہو۔

آگے کے لیے ایک تنبیہ

”لولا كتب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم“

یعنی تم نے اتنے ہی پر یہ واویلا برپا کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ تو صرف ایک جڑ کا ہے جو تمہیں لگا ہے۔ تم نے جو شرارت اس موقع پر کی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس پر تمہیں ایک عذاب عظیم آ پکڑتا لیکن اللہ نے چونکہ ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جس سے پہلے کسی قوم کا فیصلہ نہیں ہوتا اس وجہ سے اس نے تمہیں مہلت دے دی۔ مطلب یہ ہے کہ اس شور و غوغا کے بجائے بہتر یہ ہے کہ اس مہلت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس فیصلہ کن گھڑی کے آنے سے پہلے پہلے اپنی روش کی اصلاح کرلو۔

”فاما اخذتم“ میں ما کے ابہام کی یہاں کوئی وضاحت موجود نہیں

اور اخذ، کا لفظ لینے، کرنے، اختیار کرنے، کسی ڈھب کو اپنانے، کسی کام کو شروع کرنے، سب کے لیے آتا ہے۔ سورہ توبہ میں ہے ”وان تصبد مصيبة يقولوا قد اخذنا امرنا من قبل“ (اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ منافق کہتے ہیں خوب ہوا ہم نے اپنا بچاؤ پہلے ہی کر لیا تھا) یہاں یہ مطلب ہو گا کہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا اس کی بناء پر تم سزا وار تو تھے ایک عذاب عظیم کے لیکن اللہ کے قانون کے تحت تمہیں کچھ مہلت مل گئی۔

مفسرین کی ایک الجھن کا ازالہ

ہمارے مفسرین کو ان آیات کی تاویل میں بڑی الجھن پیش آئی ہے۔

”ان کے نزدیک یہ نبی ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم

اجمعین پر متاب ہے کہ وہ زمین میں خوں ریزی کیے بغیر بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر کیوں راضی ہو گئے۔ صحیح تاویل واضح ہو جانے کے بعد اب اس بات کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی تاہم چند باتیں ذہن میں رکھیے۔

ایک یہ کہ فدیہ قبول کرنے کے معاملے میں نبی ﷺ اور صحابہؓ سے بالغرض غلطی ہوئی بھی تو یہ کسی سابق ممانعت کی خلاف ورزی کی نوعیت کی غلطی نہیں تھی۔ بلکہ صرف اجتہاد کی غلطی تھی۔ اجتہاد کی غلطی ایسی چیز نہیں ہے جس پر ایسی سخت وعید وارد ہو۔ بالخصوص ایک ایسا اجتہاد جس کی تصدیق فوراً ہی خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ اجتہاد کی غلطی بھی نہیں تھی۔ جنگ کے قیدیوں سے متعلق یہ قانون سورہ محمد میں پہلے بیان ہو چکا تھا کہ وہ قتل بھی کیے جاسکتے ہیں، فدیہ لے کر بھی چھوڑے جاسکتے ہیں اور بغیر فدیہ لیے محض احساناً بھی چھوڑے جاسکتے ہیں۔

تیسری یہ کہ جہاں تک خوں ریزی کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے بھی بدر میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ قریش کے سر آدمی، جن میں بڑے بڑے سردار بھی تھے، مارے گئے، کم و بیش اتنے ہی آدمی قید ہوئے، باقی فوج بھاگ کھڑی ہوئی تو آخر لڑائی کس سے جاری رکھی جاتی؟

چوتھی یہ کہ یہاں عتاب کے جو الفاظ ہیں وہ قرآن کے مخصوص الفاظ ہیں۔ جو شخص قرآن کے انداز بیان سے آشنا ہے وہ جانتا ہے کہ ان لفظوں میں قرآن نے کثر کفار و منافقین کے سوا اور کسی پر عتاب نہیں کیا ہے۔ نقل کرنے میں طوالت ہوگی، جس کو تردد ہو وہ قرآن میں ان تمام مواقع پر ایک نظر ڈال لے

جہاں ”لولا کتب من اللہ الایۃ“ کے الفاظ سے کسی پر عتاب ہوا ہے۔

مسلمانوں کو اطمینان دہانی

اب یہ مسلمانوں کی طرف رخ کر کے انہیں اطمینان دلایا کہ تم ان لوگوں کی ان ہفوات کی مطلق پروا نہ کرو، جو مال غنیمت یا فدیہ تمہیں حاصل ہوا ہے اسے کھاؤ برتو، یہ تمہارے لیے حلال و طیب ہے، چونکہ یہ بات بعینہ اسی بات کا ایک حصہ ہے جو اوپر والی آیات میں مسلمانوں کے دفاع میں کہی گئی ہے اس وجہ سے ”ف“ کے واسطے سے اس پر عطف کر دی گئی ہے۔ بس اتنا فرق ہوا ہے کہ اوپر کی بات قریش کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے۔ اس لیے کہ وہ انہی سے کہنے کی تھی اور اس دوسری بات کا رخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا ہے اس لیے کہ یہ انہی کو جتانے کی تھی۔ خطاب میں اسی طرح کی جو لطیف تبدیلیاں ہوتی ہیں اس کی متعدد مثالیں خود اس سورہ میں بھی گزر چکی ہیں۔ ایک نہایت عمدہ مثال سورہ یوسف میں موجود ہے۔

یوسف اعرض عن هذا واستغفری یوسف، تم اس سے اعراض کرو، اور
للبیک انک کنت من الخاطئین تو اپنے گناہ کی مغفرت چاہ بے شک
تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

دیکھئے، ایک ہی سانس میں عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو بھی خطاب کیا ہے اور اپنی بیوی کو بھی اور رخ کی تبدیلی اور بات کی نوعیت سے خطاب کا فرق بغیر کسی التباس کے نمایاں ہو گیا۔

یہاں مسلمانوں کو مال غنیمت کے حلال و طیب ہونے سے متعلق جو

اطمینان دلایا گیا وہ درحقیقت قریش کے جواب میں ہے۔ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں کہ واقعہ بدر کے بعد قریش نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ مسلمان مدعی بن کر تو اٹھے ہیں دینداری کے لیکن ان کے کام بالکل دنیا داروں کے ہیں۔ بھلا دین داروں کے یہی کام ہوتے ہیں کہ ملک میں خونی کریں۔ مال غنیمت لوٹیں، فدیہ وصول کریں اور اس کو مزے سے کھائیں؟ یہ تو وہی شیوہ ہے جو ہمیشہ سے دنیا داروں کا شیوہ ہے۔ قرآن نے بتایا کہ تم ان مفتیوں کے فتوے کی ذرا پروا نہ کرو۔ ان کے نزدیک تو تم بہر شکل گنہگار ہو۔ اگر تم اس جنگ میں ہار جاتے تو تمہارا ہار جانا ان کے نزدیک تمہارے باطل ہونے کی دلیل بنتا اب جب کہ جیت گئے ہو تو تمہارا قیدی پکڑنا، مال غنیمت پانا اور فدیہ وصول کرنا اور اس کو کھانا ان کے نزدیک تمہارے باطل پر ہونے کی دلیل ہے۔ ان لوگوں سے عہدہ برآ ہونے کی شکل بس یہ ہے کہ ان کی پروا نہ کرو اور اللہ نے جو فتوح تمہیں بخشی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ تمہارے لیے حلال طیب ہیں۔

یہ امر یہاں ذہن میں رکھیے کہ اس زمانے میں عام طور پر مذہب کے رہبانی تصور کا غلبہ تھا اس وجہ سے اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بہت سے نیک دل لوگ قریش کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو جائیں جس کا اثر مسلمانوں کے اس ولولہ جہاد پر پڑے جس کی اس سورۃ میں دعوت دی جا رہی ہے۔ قرآن نے ان کی تردید کر کے اس امکان کا سد باب کر دیا ہے۔

”وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ“ مطلب یہ ہے کہ جو چیز جائز اور طیب ہے اس کو تو کھاؤ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو کہ کسی ایسی چیز میں آلودہ نہ ہو جاؤ جس سے خدا نے منع فرمایا ہے۔ اگر تم حدود الہی کے تجاوز سے بچتے رہے تو وہ

تمہاری چھوٹی موٹی غلطیوں اور کوتاہیوں پر گرفت نہیں فرمائے گا، وہ غفور رحیم ہے۔

”یا ایہا النبی قل لمن فی ابدکم من الاسری ان یعلم
اللہ فی قلوبکم خیرا مما یؤتکم خیر ما اخذ منکم
ویغفر لکم واللہ غفور رحیم وان یرید وایحیانتک
فقد خانوا اللہ من قبل فامکن منهم واللہ علیم
حکیم“ (۷۰.۷۱)

اب یہ بدر کے قیدیوں کے لیے ایک پیغام بھی ہے اور ساتھ یہ ایک
دھمکی بھی۔ پیغام تو یہ ہے کہ تم سے جو فدیہ لیا گیا ہے اس سے دل گرفتہ ہونے
کے بجائے تمہیں اللہ اور رسول کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ قتل کرنے کے بجائے
تمہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ یہ تمہارے اوپر اللہ اور رسول کا بہت بڑا احسان
ہے اور اس احسان کا حق یہ ہے کہ تم ٹھنڈے دل سے اپنے رویہ کا از سر نو جائزہ
لو اور سارے معاملہ پر جذبات کے بجائے عقل و انصاف کی روشنی میں غور کرو۔
اگر تم نے ایسا کیا تو تم احسان کی قدر کرنے والے بنو گے اور تمہاری یہ سعادت
اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی توفیق کو تمہاری طرف متوجہ کرے گی اور اس فدیہ
سے جو تم سے لیا گیا ہے، کہیں بڑھ کر وہ تمہیں اسلام کی نعمت سے بخش دے گا
اور تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

”وان یرید وایحیانتک فقد خانوا اللہ من قبل الایۃ“ یہ پیغمبر
ﷺ کو تسلی اور ان کے قیدیوں کو دھمکی ہے۔ پیغمبر کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر
انہوں نے بے وفائی کی اور تم نے ان پر جو احسان کیا ہے اس کی قدر نہ پہچانی۔
ہلڑنے کے لیے آئے تو یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ اپنی ہی شامت بلائیں
اس سے پہلے انہوں نے خدا سے بے وفائی و بد عہدی کی تو اس کا مزا انہوں نے

چکھا کہ خدا نے ان کو تمہارے ہاتھ میں دے دیا۔ اگر یہی حرکت انہوں نے پھر کی تو خدا پھر انہیں قابو میں دے دے گا اور یہ اپنی اس بد عہدی کی سزا بھگتیں گے۔ یہاں جس بد عہدی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ کہ اللہ نے ان کو اپنے حرم کا پاسبان بنایا اور ان کو ملت ابراہیم کی وراثت سپرد کی تو انہوں نے حرم کی حرمت برباد کی اور ملت ابراہیم کو مسخ کیا جس کے نتائج ان کے آگے آرہے ہیں۔ اگر اپنے جرم پر یہ کچھ اور اضافے کرنا چاہتے ہیں تو یہ شوق بھی کر لیں۔ اس کے پھل بھی یہ چکھیں گے۔

ان دونوں آیتوں پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ دیا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نے اس کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو اس سے ان کے لیے قبول اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلیں گی۔

غور کیجئے کہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو محض بعض تفسیری روایات کی بناء پر مفسرین نے اختیار فرمائی کہ آنحضرت ﷺ پر اس بات کے لیے عتاب ہوا کہ اچھی طرح خون بہائے بغیر تم نے قیدی کیوں پکڑے اور فدیہ کیوں قبول کیا۔ (تذکرہ قرآن، ۳: ۹۸، ۱۰۵۵)

۱۳۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں

”تريدون عرض الدنيا“ میں ان صحابہ کرام کو خطاب ہے جنہوں نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی تھی۔

(معارف القرآن، ۴: ۱۸۴)

یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ اس آیت میں عتاب و تنبیہ کا خطاب صحابہ کرام کی طرف ہے اگرچہ رسول کریم ﷺ نے بھی ان کی رائے کو قبول فرما کر ایک گونہ شرکت ان کے ساتھ کر لی تھی مگر آنحضرت ﷺ کا یہ عمل خالص آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مظہر تھا کہ صحابہ میں اختلاف رائے ہونے کی صورت میں اس صورت کو اختیار فرمالیا جو قیدیوں کے حق میں سہولت و شفقت تھی۔

(معارف القرآن، ۴، ۲۸۵)



فصل خامس

یہ خطاب ہی صحابہ سے ہے

یہ خطاب ہی صحابہ سے ہے

بہت سارے مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے ہے اور
مضاف مقدر ہے اور عبارت یوں ہے۔

ماکان لاصحاب نبی نبی کے صحابہ کے لیے یہ مناسب نہیں
۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے مسلمانو تم نے نبی ﷺ کو جو ان قیدیوں سے کچھ لے کر چھوڑ دینے
کا مشورہ دیا یہ بے جا تھا پھر حاشیہ میں کہا کہ ہم نے جو ماکان لنہی کا ترجمہ
اے مسلمانو کیا ہے۔

هذا اولی من المشهور بلیدہ مشہور سے یہ اولی و بہتر ہے اور اس
قول بعضهم ان الکلام علی کی تائید بعض مفسرین کے اس قول
تقدیر مضاف ای ماکان سے ہے کہ یہاں مضاف حذف
لاصحاب نبی۔ ہے عبارت یوں ہے ”ماکان

(بیان القرآن، ۸۷:۴) لاصحاب نبی۔“

لیکن چونکہ کوئی فساد نہ ہوا اور اتفاقاً تمہارا مشورہ صائب نکل آیا اس
لیے تم سزا سے بچ گئے۔ (بیان القرآن، ۸۷:۴)

تحقیق ضروری اس کے متعلق یہ ہے کہ اس قصہ میں صحابہ نے آیا کسی

نص کے ہوتے ہوئے قیاس کیا یا بدون نص کے قیاس کیا، شق اولیٰ پر تو یہ اشکال ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کیوں موافقت فرمائی اور شق ثانی یہ اشکال ہے کہ عتاب کیوں ہوا؟ خاص کر جبکہ وحی سے اختیار دے دیا گیا تھا پھر یہ کہ عتاب میں صحابہ کی کیا تخصیص کی گئی جبکہ حضور ﷺ بھی قبول کرنے میں شریک تھے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

کہ ہم شق ثانی کو اختیار کرتے ہیں اور وجہ عتاب یہ ہے کہ ایک جز اس رائے کا مبنی مصلحت دنیویہ یعنی اخذ مال بھی تھا جس کے فنا یعنی جب دنیا کا مذموم ہونا پہلے سے معلوم تھا جس کی طرف ”توبیدون عرض الدنيا“ میں صاف اشارہ ہے رہا صحابہ کا پھر اس طرف مبادرت کرنا اس میں غلطی یہ ہوئی کہ دوسرا جز اس میں مصلحت دینیہ یعنی احتمال ان کے اسلام لے آنے کا جیسا در منثور میں ہے ”لیکون عوناً لا صحابک“ اور ”لعل اللہ یعوب علیہم“ سے مجموعہ دونوں مصلحتوں کا معلوم ہوتا ہے..... وجہ عتاب قلت تامل میں ہے پس اشکال اولیٰ رفع ہو گیا۔

رہا دوسرا اشکال کہ وحی سے اختیار دیدیا گیا تھا جواب یہ ہے کہ وہ صیغہ تنخیر کا تھا مقصود تنخیر نہ تھی کیونکہ جس طرح امر گاہے تو بیخ کے لیے ہوتا ہے اس طرح تنخیر گاہے امتحان کے لیے ہوتی ہے۔ صحابہ کو صور تنخیر سے شبہ ہو گیا اس لیے مبادرت کی..... اس لیے عتاب ہوا۔

تیسرے اشکال کا جواب

تیسرے اشکال کا جواب ہے کہ جو مبنی ان کے لیے مذموم تھا وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے محمود تھا کیونکہ ان کو تو مقصود نفع پہنانا تھا اپنے نفس کو مال

سے اور یہ غیر محمود ہے اور آپ کا مقصود تھا نفع پہنچانا اپنے غیر کو کہ وہ صحابہ ہیں اور یہ محمود ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ قصد کرنا مجھ کو اتنا روپیہ مل جاوے حرص ہے اور یہ قصد کرنا کہ فلاں غریب کو اتنا مل جاوے شفقت اور جود و کرم ہے۔

آپ کا گریہ

رہا آپ کا گریہ فرمانا یا تو غایت ہیبت سے ہے اور یا صحابہ کی محبت سے ہے کہ ان کو ضرور پہنچتا اور بعض روایات میں جو آیا ہے (کہ اگر) عذاب نازل ہو تو کوئی نہ بچتا مراد یہ ہے کہ صحابہ میں سے کوئی نہ بچتا یہ نہیں کہ میں بھی نہ بچتا۔
(بیان القرآن، ۴، ۸۸)

۲۔ امام ابو حیان اندلسی (۷۴۵) نے اسی بات کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا۔
وہوہنا علی حذف مضاف ای ما اس مقام پر مضاف حذف ہے یعنی
کان لاصحاب نبی اولاتباع نبی عبارت یوں ہے اصحاب نبی یا
فحذفه اختصاراً۔ اتباع نبی کے شایان شان نہیں
اختصار کے پیش نظر اس مضاف کو
حذف کر دیا گیا ہے۔

اس پر آیت مبارکہ سے قرینہ ذکر کرتے ہیں۔

وللذک جاء الجمع فی قوله اسی وجہ سے آگے توبدون جمع کا
(توبدون عرض الدنيا) ولم یجی صیغہ ہے اگر آپ کی ذات اقدس
لتربک توبدون او یوبدون عرض الدنيا مراد ہوتی تو صیغہ واحد "توبدون" لایا
لانه ﷺ لم یأمر باستقواء جاتا چونکہ آپ ﷺ نے بوقت
الرجال وقت الحرب ولا اراد جنگ کسی کو کفار کے زندہ رکھنے کا نہ

عرض الدنيا قط. حکم دیا اور نہ آپ نے دنیا کا ارادہ
(البحر المحیط، ۴: ۵۱۴) فرمایا۔

یہ منصب رسالت کے مناسب نہیں

اس کے بعد فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے کتب سیر میں بعض ایسی چیزیں
بھی ذکر کیں جو منصب رسالت کے مناسب نہیں اگرچہ بعض مفسرین نے انہیں
ذکر کیا مگر ہم انہیں ذکر نہیں کر رہے۔ ان کے الفاظ میں سنئے۔

وقد طول المفسرون فی قصة مفسرین نے ان قیدیوں کے بارے
هولاء الاسارى وذلك مذکور میں طویل لکھا اور کتب سیرت میں
فی السير وحذفناه نحن لان فی بھی وہ موجود ہے لیکن ہم اسے
بعضه مالا يناسب ذكره بالنسبة حذف کر رہے ہیں کیونکہ اس میں
الی مناصب الرسل بعض چیزیں ایسی ہیں جو رسلان
(ایضاً، ۵۱۴) کرام کے شایان شان ہی نہیں۔

۳۔ قاضی ابو محمد عبدالحق ابن عطیہ (۵۴۶) نے متعدد جگہ اس کا اشکار کیا۔

هذه الامة تتضمن عندی معابة میرے نزدیک یہ آیت اللہ تعالیٰ کی
من الله عز وجل لاصحاب نبیه طرف سے صحابہ پر عتاب پر مشتمل
ﷺ وذلك استمر الخطاب ہے اس وجہ سے خطاب ”تریدون“
بتریدون والنبی ﷺ لم یأمر صیغہ جمع کے ساتھ ہے اور آپ ﷺ
استبقاء الرجال وقت الحرب و نے بوقت جنگ نہ تو کفار کو زندہ
لا اراد فقط۔ رکھنے کا کہا اور نہ مال کا ارادہ فرمایا۔

آگے چل کر امام طبری اور دیگر سے وہ روایت لائے جس میں آپ ﷺ کو فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دیا پھر کہا۔

والذی القول فی هذا ان العتب میں تو یہی کہوں گا کہ اس ارشاد الہی
لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ (ماکان لنبی) میں عتاب صحابہ پر
والہ وسلم بقولہ (ماکان لنبی) ہے۔

الی قولہ (عظیم)

(المحرر الوجیز، ۲: ۵۵۱)

یہ بات بھی سامنے دینی چاہیے کہ سورہ محمد، جنگ بدر سے پہلے نازل ہو
چکی تھی، اس میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں تھیں ان میں یہ بھی ہے۔

فاذا لقتہم اللین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا انخضموہم فشدوا
الوثاق فامامنا بعد واما فداء حتی جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط
باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان
تضع الحرب اوزارہا۔

(سورہ محمد، ۴) کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔

یعنی جب کفار گرفتار ہو جائیں تو تم فدیہ بھی لے سکتے ہو اور احسانا بھی
چھوڑ سکتے ہو۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے دو ہی صورتیں تھیں یا انہیں قتل کر دیا
احسانا چھوڑ دو یعنی فدیہ کی اجازت نہ تھی گویا حضور ﷺ کے لیے فدیہ کی رخصت
رکھی گئی اور یہ آپ کا خاصہ ہے اس بات کا تذکرہ زیر مطالعہ آیات میں کیا گیا،
اس پر اہل علم کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت قاضی میاض مالکی (۵۴۴) اسے حضور ﷺ کی خطا کہنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فليس فيه الزام ذنب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل فيه بیان خص به وفضل من بین سائر الانبیاء قال سبحانه ما كان لنبی غیرک كما قال النبی ﷺ احلت لی الغنائم ولم يحل لنبی قبل (الشفاء ۲: ۵۹)

اس آیت مبارکہ میں نبی کے ذنب کا الزام نہیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کے خاصہ کا بیان اور آپ ﷺ کی سابقہ انبیاء پر فضیلت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی یہ تمہارے علاوہ کسی نبی کے لیے جائز نہ تھا جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے غنائم میرے لیے حلال کیے گئے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھے۔

۲۔ امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (۷۴۷) نے باب الاجتہاد میں ان آیات مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

اما قوله تعالى "لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم" فان الحکم فی الاساری من قبل کان اما القتل او المن ورخص النبی علیہ الصلاة والسلام بالفداء ایضاً فلولا الكتاب السابق باباحة الفداء وهو الرخصة لمسکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک (اگر اللہ نے پہلے فیصلہ نہ لکھا ہوتا تو تمہیں نذاب ہوتا) اس لیے ہوا کہ پہلے قیدیوں کے بارے میں یا تو قتل کا حکم تھا یا احساناً چھوڑنے کا، لیکن حضور ﷺ کو فدیہ کی اجازت بھی دی گئی تو اگر جواز فدیہ کا سابقہ

العذاب على ترك العزيمة. فيصله (اجازت و رخصت) نہ ہوتا تو
(التنقيح، ۲: ۲۵۲) تمہارے ترک عزیمت پہ تمہیں
عذاب ہوتا۔

۳۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) رقمطراز ہیں یہاں کوئی ذنب، خطا اور
عتاب نہیں۔

بل فيه بيان ما خص به وفضل من بين سائر الانبياء فكانه قال ما
كان هذا لنبي غيرك. بلکہ اس میں آپ ﷺ کے اس
خاصہ اور فضیلت کا بیان ہے جو تمام
انبیاء میں آپ کو حاصل ہے گویا
(التقویر والتجیر، ۳: ۳۹۶) فرمایا یہ عمل آپ کے علاوہ کسی نبی
کے لیے جائز نہیں۔

۴۔ شیخ احمد بن قاسم عبادی (۹۹۴) نے اس آیت کے تحت خطا قرار دینے
والوں کا رد کرتے ہوئے ان دونوں آیات مبارکہ کے حوالہ سے لکھا۔

فقد اشتملنا على ما خص به صلوات الله عليه وسلم و بيان عظيم
فضله من بين سائر الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم
والمعنى والله اعلم ما كان لنبي غيرك
يہ دونوں آیات مقدسہ حضور ﷺ کے خاصہ اور آپ پر ایسے عظیم فضل
پر مشتمل ہیں جو دیگر انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم میں سے کسی کو
حاصل نہیں، معنی (واللہ اعلم) یہ ہوگا
کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کے
(الایات البينات، ۴: ۳۴۵) لیے یہ جائز نہ تھا۔



فصل سادس

امام رازی کی گفتگو

کون سی رائے زیادہ درست تھی؟

امام رازی کی گفتگو

امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے عصمت الانبیاء میں ان آیات کے تحت جو گفتگو کی ہے وہ نہایت ہی قابل مطالعہ ہے مخالفین (ذنب ماننے والوں) کی طرف سے تین اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔

- ۱۔ آیت بتاریہی کہ قیدی بنانا حرام تھا۔
 - ۲۔ ”کریدون“ سے مذمت واضح ہے۔
 - ۳۔ ”لولا کتاب من اللہ“ کے الفاظ سے عتاب و عذاب واضح ہے۔
- اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

۱۔ غور کیجئے کیا قیدی بنانے کے بارے میں حضور ﷺ پر وحی آئی تھی یا وحی نہیں آئی تھی؟ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وحی آئی تھی ورنہ آپ اس میں صحابہ سے مشورہ نہ لیتے کیونکہ نص و وحی کے ہوتے ہوئے مشورہ کا کیا معنی؟ اور اگر وحی نہ آئی تھی تو پھر آپ ﷺ کے عمل کو ذنب کہنا ہرگز درست نہیں۔

۲۔ اگر یہ فیصلہ غلط و خطا ہوتا تو پھر قیدیوں کے قتل اور فدیہ کی واپسی کا حکم ہوتا اور ایسا نہیں ہوا بلکہ فرمایا۔

فکلوا مما غنم حلالاً طیباً تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال
(انفال، ۶۹) پاکیزہ۔

جس سے واضح ہو رہا ہے کہ فیصلہ میں کوئی غلطی نہ تھی۔

۳۔ آپ ﷺ نے اس فیصلہ پر استغفار و ملامت کی بات بھی نہیں کی جس سے عدم ذنب واضح ہے۔

پھر ہم پہلے سے واضح کرتے چلے آ رہے ہیں کہ جس طرح عتاب ترک واجب پر ہوتا ہے اس طرح ترک اولیٰ پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اولیٰ اس وقت کفار کا قتل اور ترک فدیہ تھا تا کہ ہر قسم کے طمع کا قلع قمع ہو جاتا اور اگر اس مسئلہ کا تعلق ترک اولیٰ سے نہ ہوتا تو حضور ﷺ اسے صحابہ کے سپرد نہ کرتے۔ یہ تمام گفتگو (ماکان لنبی ان یکون له اسری) کا مفہوم صحیح سمجھنے کے لیے ہے۔

رہا معاملہ ”تربیدون“ کا تو یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جنہوں نے محض مال کی خاطر مشورہ دیا۔ اور ”لولا کتاب من اللہ“ کا مفہوم یہ ہے۔
لولا ما سبق من تحلیل الغنائم اگر حلت غنائم کا فیصلہ پہلے کا نہ ہوتا
لعذبتکم بسبب اخذکم هذا تو تمہیں فدیہ لینے پر ضرور عذاب
الفدا۔ دیا جاتا۔

(عصمة الانبياء ۱۳۲، ۳۳)

کوئی رائے زیادہ درست تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) نے یہاں یہ سوال اٹھایا کہ اسلاف کا اس بارے میں اختلاف تھا کہ صحابہ کی دونوں آرا میں سے کوئی رائے زیادہ درست و صواب تھی، دلائل کے ساتھ انہوں نے یہی ثابت کیا کہ فدیہ والی رائے اصوب تھی آئیے ان کی گفتگو کا مطالعہ کیجئے۔

اختلف السلف في اى الرائيين اسلاف میں اختلاف ہے کہ دونوں
کان اصوب؟ آرا میں سے زیادہ بہتر کون سی تھی؟
۱۔ ایک رائے یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فدیہ والی رائے
زیادہ بہتر تھی اس پر دلائل یہ ہیں۔

۱. ما قدر الله في نفس الامر تقدیر الہی میں فیصلہ یہی تھا
۲. مما استقر عليه الامر باقی اور دائمی حکم بھی یہی رہا
۳. لدخول كثير منهم في الاسلام ان میں سے کثیر خود یا ان کی اولاد
مسلمان ہو گئی

۴. لانه وافق غلبة الرحمة على اور یہ رائے رحمت کے غضب پر
غالب ہونے کے موافق بھی ہے۔
الغضب:
جیسا کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میرے
بندوں کے لیے میری رحمت میری غضب پر غالب ہے۔
۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی رائے زیادہ
بہتر تھی کیونکہ ان کی رائے کے خلاف یہ عتاب ہوا لیکن حافظ صاحب
لکھتے ہیں۔

لكن الجواب عنه انه لا يدفع لكن الجواب عنه انه لا يدفع
حجة الرجحان عن الاول بل حجة الرجحان عن الاول بل
ورد (العتاب) للإشارة الى ذم ورد (العتاب) للإشارة الى ذم
من آثر شيأ من الدنيا على الآخرة من آثر شيأ من الدنيا على الآخرة
ولو قل. (فتح الباری) ولو قل. (فتح الباری)
لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے پہلے قول کی ترجیحی حجت کو رد نہیں کیا
جا سکتا بلکہ (کیونکہ) نزول عتاب ان لوگوں کی مذمت ہے جنہوں نے
دنیاوی شی کو آخرت پر ترجیح دی اگرچہ وہ قلیل ہیں

شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی (۱۳۲۲ھ) اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔
یعنی ان العتاب الذی قد يفهم من
الایة موجه لمن اراد بالفداء
عرض الدنيا وهم بعض الناس
الذین اشاروا علیه بالفداء حين
استشار النبی صلی اللہ علیہ
وسلم عامة الناس قبل ان
يستشير خاصتهم
یعنی جو عتاب آیت مبارکہ سے سمجھ آ
رہا ہے وہ فدیہ بطور حصول دنیا کا
ارادہ کرنے والوں کی طرف متوجہ
ہے اور وہ کچھ ہی لوگ تھے جنہوں
نے اس وقت مشورہ دیا تھا جب
آپ نے عام لوگوں سے مشورہ لیا۔
قبل اس کے کہ آپ نے، خواص
سے مشورہ کیا۔

دور روایات، واقعہ کی تفصیل میں گزری ہیں ان پر نظر ڈالو تو واضح ہو جائے
گا پہلے مشورہ عام لوگوں سے ہوا تھا اور پھر خاص کبار تین صحابہ سے ہوا تو خطاب
پہلوں میں سے بعض کو ہے نہ تو حضور ﷺ پر عتاب ہے اور نہ کبار صحابہ پر۔
شیخ ابن قیم نے بھی متعدد دلائل کی بناء پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
رائے کو ہی اصوب قرار دیا ہے۔

وقد تكلم الناس ، فی ای الرایین
كان اصوب، فرجحت طائفة قول
عمر لهذا الحديث، ورجحت طائفة
قول أبي بكر، لاستقرار الامر عليه،
وموافقة الكتاب الذی سبق من الله
با حلال ذلك لهم ، ولموافقة
الرحمة التي غلبت الغضب،
اہل علم نے اس پر گفتگو کی ہے کہ ان
دونوں آرا میں اصوب کونسی ہے؟
ایک گروہ نے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کی رائے کو مذکورہ حدیث کی بناء
پر ترجیح دی، جبکہ دوسرے گروہ نے
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے
کو اصوب کہا اس پر دلائل یہ ہیں۔

- ولتشبيه النبي ﷺ له في ذلك با
براهيم وعيسى ، وتشبيهه لعمر
بنوح و موسى ولحصول الخير
العظيم الذي حصل باسلام اكثر
اولئك الاسرى، ولخروج من
خرج
من اصلاهم من المسلمين ،
ولحصول القوة التي حصلت
للمسلمين بالفداء ، ولموافقة
رسول الله ﷺ لأبي بكر أولاً،
ولموافقة الله له آخرأ حيث
استقر الامر على رأيه، ولكمال
نظر الصديق، فانه رأى مايستقر
عليه حكم الله آخراً، وغلب
جانب الرحمة على جانب
العقوبة.
- قالوا: وأما بقاء النبي ﷺ فانما
كان رحمة لنزول العذاب لمن
أراد بذلك عرض الدنيا، ولم
يرد ذلك رسول الله ﷺ ولا
- ۱۔ اسی پر دائم حکم قائم رہا۔
۲۔ کتاب اللہ نے اس کی
موافقت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل
میں غنائم کو حلال فرمایا ہے۔
۳۔ یہ رائے رحمت الہی کے موافق
ہے جو غضب پر غالب ہے۔
۴۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم
وحضرت عیسیٰ علیہما السلام جبکہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
تشبیہ دی۔ ۵۔ اس رائے میں یہ
عظیم خیر تھی کہ اکثر قیدی مسلمان ہو
گئے۔
۶۔ ان کی پشتوں سے مسلمان پیدا
ہوئے۔
۷۔ فدیہ کی وجہ سے مسلمانوں کو
قوت حاصل ہوئی۔
۸۔ اولاً رسول اللہ ﷺ نے انہی
کی رائے کو پسند فرمایا۔

فصل سابع

امام ابو بکر باقلانی کی تفصیلی گفتگو

ابو بکر ، وان اراده بعض
الصحابه ، فالفتنة كانت تعم ولا
تصيب من اراد ذلك خاصة ،

۹۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بھی انہی کی
تصدیق فرمائی کیونکہ حکم الہی اسی پر
جاری رہا۔

كما هزم العسكر يوم حنين
بقول أحدكم : (لن تغلب اليوم
من قلة) وبأعجاب كثير منهم

۱۰۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
اس قدر کامل رائے تھی کہ حکم الہی
آخر اسی پر جاری ہوا۔

لمن أعجبه منهم ، فهزم الجيش
بذلك فتنة ومحنة ، ثم استقر
الامر على النصر والظفر والله
أعلم.

۱۱۔ اس میں جانب رحمت ، جانب
محبوبت پر غالب ہے رہا حضور ﷺ
کا رونا تو بطور رحمت ان لوگوں پر تھا
جنہوں نے مال دنیا کا ارادہ کیا اور
یہ ارادہ نہ رسول اللہ ﷺ کا تھا اور
نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا
ہاں بعض صحابہ کا ارادہ تھا، اصول یہ
ہے کہ عذاب عمومی ہوتا ہے فقط
ارادہ والوں کے ساتھ خاص نہیں
جیسا کہ یوم حنین میں ایک نے کہا
آج ہم ہی غالب ہیں تو اس کی وجہ
سے پورے لشکر کو ہزیمت اٹھانا پڑی
تو یہ بطور سزا تھا جبکہ پھر اس پر فتح و
نصرت کا معاملہ ہو گیا

(زاد المعاد. ۱۰۱۳)



امام ابو بکر باقلانی کی تفصیلی گفتگو

آخر میں ہم امام قاضی ابو بکر باقلانی (۴۰۳) کی تفصیلی گفتگو نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے مخالفین قرآن کے ان آیات قرآنیہ کے حوالہ سے قرآن پر اعتراضات کے جواب میں کی ہے۔

منکرین کے اعتراضات

- ان آیات قرآنیہ میں درج ذیل اباطیل اور محالات ہیں
- ۱۔ ان میں فدیہ لینے کی وجہ سے آپ ﷺ پر ملامت و عتاب ہے حالانکہ تم کہتے ہو نبی احکام شریعت و اخبار الہی کی ادائیگی میں منتخب اور معصوم ہوتے ہیں لیکن ارشاد ربانی تمہاری تائید نہیں کرتا۔
 - ۲۔ ان میں حضور ﷺ اور صحابہ پر سخت عتاب ہے کیونکہ الفاظ ہیں۔
تريدون عرض الدنيا والله يريد تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو۔ اور
الآخرة اللہ آخرت چاہتا ہے۔
 - یہ اس پر تصریح ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ کے قبیعین نے معصیت الہی کا ارتکاب کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم و منشا کی مخالفت کرتے ہوئے ثواب آخرت پر دنیوی مال کو ترجیح دی۔
 - ۳۔ لولا کتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظیم

میں تو اخذِ فدیہ کو گناہ کا ارتکاب، اسے معصیتِ کبیر اور جرمِ قبیح قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ پھر اس کے بعد الفاظ ہیں ”فکلوا مما غنم حلالاً طیباً“ وہ اسے کیسے حلال طیب سمجھ کر کھالیں۔ حالانکہ انہوں نے حکمِ الہی کی مخالفت کر کے حاصل کیا اور نصرتِ دین سے ادنیٰ دنیا کی خاطر اعراض کیا تو حلال قرار دے کر اسے استعمال کرنے کی اطلاع و حکم اور اسے آخرت سے اعراض کرتے ہوئے بطور دنیا، حصول کی خبر و اطلاع میں، سراسر تضاد ہے۔

ان تمام تناقضات اور تضادات کے ہوتے ہوئے ہم قرآن کو کلامِ الہی کیسے مان لیں؟

جواب

تمہاری کوئی بات بھی درست نہیں کیونکہ ارشادِ الہی

مَا كَانَ لَنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يَشْخَنَ فِي الْأَرْضِ

کے الفاظ میں (واللہ اعلم) فدیہ لینے کو آپ ﷺ کی خطا قرار دیتے ہوئے اس پر عتاب و ملامت ہرگز نہیں کیونکہ فدیہ، قتل اور احسان کے بارے میں مفسرین کی مختلف آرا ہیں۔

۱۔ بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قتل، احسان اور فدیہ کا اختیار دے دیا تھا،

اس قول پر اجازت کے باوجود آپ ﷺ کے وصولی فدیہ کو ناجائز کہنا ہی غلط ہے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں اس اختیار پر نص تو نہیں تھی لیکن آپ ﷺ نے اجتہاد سے کام لیا اور اس کی تقویت میں حضرت ابوبکر اور دیگر لوگوں کا مشورہ بھی تھا کہ احسان اور فدیہ کو اختیار کیا جائے۔

دو گروہ

دوسری رائے رکھنے والوں کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ بعض کی رائے یہ ہے حضور ﷺ کے اجتہاد میں خطا ممکن ہی نہیں۔ تو جب آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تو اب آپ اپنے اجتہاد پر عمل کیوں نہ کرتے جو کہ فرض ہے، جب آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا تو یہ فعل قطعاً صواب و درست ہی ٹھہرے گا۔

۲۔ دوسرے کہتے ہیں آپ ﷺ کے اجتہاد میں امکانِ خطا ہے۔ لیکن اس اجتہادی خطا پر اثم و گناہ ہرگز نہیں اور اجتہادی نتیجہ پر عمل و فیصلہ لازم ہے۔

یہ دوسری رائے رکھنے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ﷺ کے لیے وصولی فدیہ جائز نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود کہہ رہے ہیں کہ نتیجہ اجتہاد پر عمل فرض و لازم تھا۔ اگر وہ ایسا کہیں گے تو ان کی گفتگو میں بلاشبہ تضاد ہوگا۔

عتاب ہرگز نہیں

تو اب اشکار ہو گیا کہ ان آیات مبارکہ میں حضور ﷺ پر ہرگز عتاب نہیں خواہ نص کے ذریعے قتل و فدیہ میں اختیار دے دیا گیا تھا یا آپ ﷺ نے

اجتہادی طور پر فدیہ لیا اس ساری صورت حال سے اشکار ہو گیا کہ ان منکرین کے گمان کردہ مفہوم کا ان آیات سے کوئی بھی تعلق نہیں۔
مفسرین کا رد

اس کے بعد امام باقلانی نے ان مفسرین، فقہاء اور متکلمین کی تردید کی ہے جنہوں نے ان آیات میں حضور ﷺ پر عتاب کی بات کی ہے انہی کے الفاظ سنئے۔
وقد زعم قوم من ضعفة المتكلمين ومن الفقهاء والمتكلمين ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم انما عوتب لانه خذ الفداء من غير تقدم من الله عز وجل اليه في ذلك ولا اذن له فيه، لامن جهة نص له على التخير في ذلك، ولا من جهة الاجتهاد المؤدى الى أن الواجب في الحكم اخذه، واذا كان ذلك انظر للامة وابصر للدين، وهذا القول خطأ من قائله، لأنه غاية الطعن على الرسول والقدح في عدالته، لأنه اذا فعل من اذلك

کچھ ضعیف مفسرین، فقہاء اور متکلمین نے گمان کیا حضور ﷺ پر اس لیے عتاب ہوا کہ آپ ﷺ نے فدیہ لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے اجازت و اذن نہ تھا۔ نہ نص کے ذریعے اختیار کی صورت میں اور نہ ایسے اجتہاد کے ذریعے جو وصولی فدیہ کو لازم کرے تو اگر اجازت ہوتی تو پھر یہ امت کے لیے مفید اور دین کے غلبہ کا ذریعہ تھا۔
لیکن یہ قول سراسر غلط ہے کیونکہ یہ تو رسول اللہ پر انتہائی طعن اور آپ کی عدالت پر اعتراض ہے اس لیے کہ جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے

ما لم يأذن الله له فيه من جهة نص
او اجتہاد، فقد عصی الله
بذلك ، وتقدم بین یدیه وافتات
فی دین الله وحکم فیہ بهواه
وذلك نقیض وصفه عز و جل
فی قوله (وما یطق عن الهوی،
ان هو الا وحی یوحی) النجم ،
(۳ ، ۴) وان جاز ذلك علیه لم
نأمنه فی جمیع ما أداہ ووضعه
من الشرع.

اجازت حاصل نہ تھی نہ بصورت
نص اور نہ بصورت اجتہاد تو پھر
آپ نے فدیہ وصول کر کے اللہ
تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ سے
آگے بڑھے اور خواہش کے تابع
فیصلہ کیا حالانکہ فرمان الہی ہے، یہ
خواہش سے بولتے ہی نہیں ان کا
بولنا تو سراپا وحی ہے اگر ہم اس
بات کو جائز مان لیں تو تمام احکام
شریعت کی ادائیگی و ابلاغ کے
حوالے سے آپ ﷺ سے اعتماد
اٹھ جائے گا۔

مسلمان کو خاطر کھنا

اسلام میں تو اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی ادنیٰ مسلمان کے قول و
فعل کو قطعی طور پر خطا قرار دیا جائے بلکہ اس میں اگر تاویل ہو سکتی ہو تو ایسی
تاویل لازم ہے جو اسے خطا و عصیان سے بری کر دے۔ جب ایک مسلمان کے
حوالہ سے یہ حکم ہے تو

فضلاً عن الرسول علیہ السلام چہ جائیکہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کا ہو
ونحن نجد لایة من التاویل ما اور جب کہ آیت مبارکہ کا ہم نے ایسا

یوجب نفی ما قالوه عن الرسول معنی کر دیا جس سے اس تمام کی نفی
علیہ السلام. ہو جاتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے
بارے میں کہا گیا۔

بہر حال ہمیں یہ ماننا لازم و ضروری ہے کہ قیدیوں کے بارے میں حکم
ہے خواہ شرعی ہو یا عقلی، اگر ملت اسلامیہ میں حکم شرعی ہے تو بالاتفاق آپ ﷺ پر
وہ مخفی نہیں ہو سکتا اور اگر شرعی حکم نہ تھا تو پھر ان میں اور ان کے اموال کے ساتھ
حکم عقلی کے مطابق فیصلہ مناسب تھا لہذا اب اس میں غور ضروری ہے کہ عقلی طور پر
ان کے اموال و نفوس مباح تھے یا ممنوع، کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا مطلقاً نہ وہ مباح
ہوں اور نہ ممنوع اور حضور ﷺ کا اس معاملہ میں تمام لوگوں سے بڑھ کر آگاہ ہونا
ضروری ہے اگر عقلاً اباحت ہے ممانعت نہیں۔ یا ان میں اباحت و ممانعت دونوں
نہ تھی تو ان سے مال لینا کوئی جرم نہیں کیونکہ عقلی اجتہادی فیصلہ پر عمل لازم ہوتا
ہے بشرطیکہ عقلی دلیل اس کے مخالف نہ ہو تو ایسے فیصلہ پہ کوئی طعن و عیب نہیں اور
اگر یہ عقلاً ممنوع تھا اور شریعت میں بھی اس کے جواز اور عدم کے بارے میں کوئی
حکم نہ تھا تو پھر آپ ﷺ حکم الہی کے مخالف کریں گے جو کہ آپ ﷺ کے بارے
میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جب معاملہ یوں ہے تو پھر یہ قول و وہم غلط قرار
پائے گا کہ یہاں نہ نص تھی اور نہ ہی اجتہاد (حالانکہ یہاں اجتہاد تھا)
ان کا عذر

انہوں نے بطور عذر کہا کہ حضور ﷺ نے جو فد یہ لیا اللہ تعالیٰ کے ہاں
یہ فیصلہ صواب، امت کے لیے مفید اور دین کے لیے، اقویٰ و اصلح ہے، باقی
عتاب اس لیے ہوا کہ فعل اگرچہ اصلح و اولیٰ ہے مگر حکم الہی کے بغیر تھا تو یہ قبل از

حکم فعل پر ملامت و عتاب ہے اگر حکم نازل ہوتا تو بعد یہ یہی ہوتا۔ اس پر انہوں نے تائیداً یہ کہا کہ بہت سے سربراہ اپنے ماتحت لوگوں کو بلا اجازت اس صلح و اصوب کام پر بھی ملامت کرتے ہیں اگرچہ اجازت دیتے تو یہی فیصلہ کرتے مگر اجازت نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں۔

لیکن یہ عذر

لیکن یہ عذر ورائے قابل قبول نہیں اور نہ اس سے ان کی خلاصی ہوتی ہے جب حضور ﷺ نے ایسا فیصلہ فرمایا جو دین و مسلمانوں کے لیے نہایت ہی مفید تھا اس لیے کہ جب اس کا حکم نہ تھا تو پھر ممنوع ہو گا اور اس کی ممانعت عقلی یا شرعی ہو گی یا ممنوع نہ تھا، اگر ممنوع تھا تو آپ ﷺ نے نہی کی مخالفت کی اور صواب ترک کر کے خطا کا ارتکاب کیا، یہ آپ ﷺ کی امانت و دیانت پر طعن و نقص ہے اللہ تعالیٰ ایسے قول سے محفوظ رکھے، اور اگر یہ ممنوع نہ تھا اور یہ فعل عقلاً و شرعاً حرام ہی نہ تھا۔ تو اب کوئی عیب و نقص نہیں۔

ارشاد الہی ”ماکان لنبی ان یکون له اسری“ کو بھی اس پر محمول نہیں کیا جاسکتا یہ ایسی چیز ہے جس سے ان لوگوں کے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ بعض کی رائے

کچھ لوگوں نے ان آیات سے مطلقاً ابطال اجتہاد پر بھی استدلال کیا ہے، کچھ نے اس سے اجتہاد نبوی ﷺ کے ابطال پہ استدلال کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو اجتہاد کی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہ استدلال خود ان کے قول سے باطل ہے کیونکہ وہ یہ بتائیں حضور ﷺ نے اس موقع پر اجتہاد فرمایا یا نہیں؟ اگر اجتہاد

نہیں کیا تو نہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اجتہاد کو باطل قرار دیا۔ نہ اس پر ملامت، فرمائی اور نہ خطا ہوئی، اور اگر آپ ﷺ نے اجتہاد کیا اور اس کے مطابق فیصلہ دیا تو تم نے خود تسلیم کر لیا کہ آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت تھی۔

تو اگر یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اجتہاد کا حکم تھا تو انہوں نے خود اپنا قول (عدم اجتہاد) باطل قرار دیدیا اور اگر کہیں اجتہاد سے ممانعت تھی اور آپ نے ممنوع کام کیا تو یہی آپ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن، آپ کی امانت اور دیانت و عدالت پر قدح و جرح ہے لہذا ان کا یہ قول سراسر باطل و غلط ہے۔

اگر بالفرض یہ صحیح ہو کہ آپ ﷺ پر اجتہادی حکم کی ممانعت تھی تو یہ اس پر دلیل نہیں بن سکتا کہ امت کے لیے بھی اجتہاد پر پابندی اور ممانعت ہے کیونکہ اکثر قیاسی یہی قول کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت نہ تھی اگرچہ متعدد حکمتوں کے تحت امت پر اجتہاد لازم و فرض ہے اس پر مزید کامل گفتگو ہم نے اصول الفقہ میں کر دی ہے۔

جب معاملہ یہ ہے

جب معاملہ یہ ہے تو ان آیات سے نہ تو حضور ﷺ کے اجتہاد کے بطلان پر اور نہ ہی مطلقاً اجتہاد کے بطلان پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس سے تعلق جوڑنا باطل ہے۔ اگر نعوذ باللہ، ثابت ہو جائے کہ آپ ﷺ سے اس موقع پر اجتہادی فیصلہ میں خطا ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آ جاتا کہ آپ ﷺ پر اصلاً ہی اجتہاد کی پابندی ہے، ابطال قیاس پر ایسا استدلال بالکل ہی بعید از قیاس ہے۔

اب ہم ان آیات مبارکہ کا ایسا معنی کریں گے جس سے رسول اللہ ﷺ پر خطاء، عصیان اور عیب کی اعلانیہ نفی ہو جائے گی۔

معنی کیا ہے؟

اگر ملحدین اور کچھ ضعیف مسلمان ہم سے سوال کریں کہ وہ معنی و مفہوم کونسا ہے؟ آئیے ہم بیان کیے دیتے ہیں ارشادِ بانی ہے۔

ما کان لنبی ان یکون له اسرى کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو
حتی یسخن فی الارض زندہ قید کرے جب تک زمین میں
ان کا خون خوب نہ بہائے۔

پہلا معنی

اس میں (واللہ اعلم) یہ بتایا جا رہا ہے۔

لم یکن ذلک لنبی من قبلک یہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کے
وانما خصصناک انت بذلک لیے اجازت نہ تھی ہم نے آپ کے
تخفیفاً عن الامة التی بعثت الیہا لیے خصوصی اجازت دی تا کہ آپ
وتکرمة لذلک بتمییز قومک کی امت کی تکریم اور ان پر تخفیف
واہل عصرک بتحلیل العفو ہو اور احسان و فدیہ کے قانون سے
عنہم واخذ الفداء منہم فکانہ انہیں دیگر سے امتیاز حاصل ہو گویا
قال ما کان لنبی غیرک فحذف فرمایا تمہارے علاوہ کسی دوسرے نبی
ذکر الغیر وما یقوم مقامہ لکونہ کے لیے جائز نہیں تو لفظ غیر
مما یفہم ویعلم من حال (دوسرے) کو حذف کر دیا کیونکہ
الرسول ﷺ شان و حال رسول ﷺ سے یہ تمام
از خود اشکار ہو رہا تھا۔

دوسرا مفہوم

ان آیات کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کے لیے فدیہ جائز نہیں بشرطیکہ قتل کفار، غلبہ دین میں احوط اور مسلمانوں کے لیے صلح اور مفید ہو۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ ہر حال میں یہ عمل کسی نبی کے لیے بھی جائز نہیں بلکہ اسے مشروط کر دیا ہے۔ کہ جب قتل ہی احوط و اصلح ہو تو پھر جائز نہیں، ہر نبی کی بعثت ملت کے لیے شریعت کی صورت میں احوط نظام کی خاطر ہی ہوتی ہے۔ گویا فرمایا جب قتل زیادہ نافع ہو تو ایسی صورت میں نبی کے لیے قیدی بنانا اور فدیہ لینا مناسب نہیں، لیکن اس موجودہ صورت حال میں۔

وما فعلت من ذلک الا لاحظ آپ ﷺ نے جو فیصلہ کیا یہ دین الا صلح فی باب الدین وهو البق کے معاملہ میں نہایت ہی مفید اور بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح ہے آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے یہی شایان شان ہے۔ وغیرہ من النبیین۔

معنی پر تائید

ان معانی کی صحت پر تائید یوں بھی ہے کہ فدیہ سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی، قیدیوں پر احسان ہوا، ان کی نسل سے بہت سے لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد، دین اور مسلمانوں کی معاون بنیں۔ اور کثیر امت کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے قتل کا حکم دے جو باقی رہنے کی صورت میں ایمان و اسلام لائیں، ان کی نسل سے ازکیاء طاہرین پیدا ہوں اور وہ دین و اہل ایمان کے معاون بن جائیں۔

مخالفین کا ناطقہ

اس دلیل سے مخالفین کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ اور وہ پریشان ہو کر غلط سلط کہتے پھرتے ہیں کہ اصل تو یہی تھا کہ فدیہ والوں کو قتل نہ کیا جاتا لیکن آپ ﷺ کے لیے ضروری تھا کہ اس صلح و اصوب پر عمل بھی اذن الہی کے بعد کرتے تاکہ آپ کے لیے یہ عمل مشروع و مامور ہو جاتا تو یہاں آپ کے لیے صلح یہی تھا کہ فدیہ نہ لیتے اور اس سے حکم ربی آنے تک رکے رہتے، اس سے مخالفین نے یہ تو مان لیا کہ آپ ﷺ کا فعل، عند اللہ صلح و اصوب تھا لیکن یہ حکم کے بغیر کیا جو تقدم ہے۔ اور آپ یہ نہ جانتے تھے کہ عند اللہ صلح کیا ہے۔

تو اگر عقل یا شرع نے فدیہ لینے سے منع کیا تھا کہ تم اجازت کے بغیر فدیہ نہیں لے سکتے۔ اور آپ نے بے حکم لے لیا تو عصیان و خطا پائی گئی العیاذ باللہ حالانکہ اس سے آپ پاک ہیں، اور اگر منع نہ تھا تو پھر تمہارا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ آپ کو اجازت سے پہلے یہ عمل نہیں کرنا چاہیے تھا، اب ان سے کہا جاسکتا ہے کہ فدیہ لینے کی آپ پر پابندی ہی نہ تھی۔ اگر یہ دین کے لیے نقصان دہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو ممنوع قرار دے دیتا اور اسے منع قرار دیتے ہوئے آپ پر وحی نازل فرماتا۔ یہ ان کا جواب ہے جو کہتے ہیں صلح تو یہی تھا مگر اجازت نہ تھی۔

اشکال کا جواب

اگر وہ اعتراض اٹھائیں اب

تربیدون عرض الدنيا واللہ یرید
تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ
الاخرة۔ آخرت چاہتا ہے۔

کا معنی کیا ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے (واللہ اعلم) مراد وہ لوگ ہونگے جنہوں نے محض دنیا کی خاطر ایسا کیا ان کا مقصود نصرت دین اور اہل ایمان کا فائدہ نہ تھا۔ کیا یہ بات رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر اور کبار صحابہ میں پائی جاسکتی ہے جنہوں نے فرمایا تھا یہ فدیہ دین کے لیے قوت بنے گا اور ممکن ہے یہ قیدی ایمان لائیں اور مسلمانوں میں کثرت ہو جائے، محاذ اللہ ان کا ارادہ ہرگز دنیا نہ تھا۔

اعتراض

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی

لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخلتکم عذاب عظیم۔
اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا تھا۔ تو اے مسلمانوں تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لیا ہے اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔
(الانفال: ۶۸)

کا اب مفہوم کیا ہوگا؟

جواب: اس کا مفہوم یہ ہے۔

انہ لولا سبق حکمی وامری باطلاق اخذ الفداء لکم وتحلیل اکل غنائم المشرکین من محاربتکم وانی فرقت فی ذلک بینکم و بین من عداکم من الامم السالفة، لنا لکم ومسکم فیما اخلتکم عذاب عظیم۔
اگر بوقت جواز فدیہ اور حلت غنائم مشرکین کے بارے میں میرا یہ حکم اور امر نہ ہوتا اور اگر ہم تمہارے اور تم سے پہلوں کے درمیان امتیاز نہ رکھا ہوتا تو اس عمل فدیہ پر عذاب عظیم نازل ہو جاتا۔

کیونکہ اہل سیر اور مفسرین نے نقل کیا ہے حضور ﷺ سے اور آپ کی امت سے پہلے کسی نبی کی امت کے لیے غنائم حلال نہ تھے، وہ غنائم حاصل کر کے جمع کرتے اور وہ مشرکین کو نہ واپس کر سکتے تھے اور نہ خود اس سے نفع پاسکتے بلکہ اسے آگ سے جلا دیتے، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ جتنی ختم کر دی اور اسے فضیلت دیتے ہوئے غنائم کا حصول جائز اور ان سے نفع مثلاً کھانا وغیرہ حلال کر دیا ارشاد الہی ”لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم“ کا یہی مفہوم ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی تھا کہ غنائم اس امت کے لیے حلال ہونگے۔

اس پر قرینہ

ہمارے بیان کردہ، مفہوم کی صحت پر یہ ارشاد ربانی قرینہ ہے۔
فکلوا مما غنم حلالا طیباً۔ تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال
(الانفال: ۶۹) پاکیزہ

یعنی ہم نے تم پر یہ غنائم حلال کر دیے جبکہ باقی امتوں پر ہم نے انہیں حرام کر رکھا تھا تو سابقہ فیصلہ تحلیل کی وجہ سے فدیہ پر تم عذاب سے محفوظ رہے پھر اس کے بعد اس کی حلت و جواز اور اس امت اور سابقہ امتوں میں فرق کو ان الفاظ سے مؤکد فرمایا ”فکلوا مما غنم حلالا طیباً“ یعنی تم ان غنائم کو استعمال میں لانے اور گناہ میں ان سابقہ لوگوں کی طرح نہیں ہو جن پر ہم نے یہ حرام کیے ہوئے تھے۔

جب معنی و مفہوم آیات یہ ہے تو قرآن پر مذکور اعتراض ہرگز وارد نہیں

ہو سکتا۔

مخالفین کا اشکال

اگر محمد بن مکرین حدیث اور دیگر اہل بدعت ضعیف مسلمان اور سلف پر طعن کرنے والے یہ سوال اٹھائیں کہ پھر حضور ﷺ کے اس ارشاد عالی کا مفہوم کیا ہوگا؟
لو نزل عذاب من السماء ما نجعلنا اگر آسمانی عذاب آتا تو عمر ابن
الا عمر ابن الخطاب؟ خطاب کے علاوہ کوئی نجات نہ پاتا۔
جواب: یہاں الفاظ ”عمر ہی نجات پاتے“ سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو حضور
ﷺ کے ساتھ قتل، نصرت دین اور مسلمانوں کا درد رکھتے ہیں لیکن
آپ ﷺ نے ان کا نام اس وجہ سے لیا کہ وہ اس رائے میں آگے
تھے اور انہوں نے ہی یہ کہا تھا، یا رسول اللہ ﷺ ہر آدمی کے حوالے
اس کا ہی رشتہ دار کافر کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دے، یا
رسول اللہ ایسا ہی کرو تا کہ کفر کی جڑ کٹ جائے ان لوگوں نے ہمیں مکہ
سے نکالا اور یہ یہ کیا چونکہ اظہار قول اور اس معاملہ میں بہت زیادہ زور
دینے میں یہ دوسروں سے آگے تھے۔

نسب اہل راہ من الامة الیہ تو امت کے اہل رائے کا نام عمر رکھ
دیا گیا۔

اور فرمایا اگر آسمانی عذاب آتا تو امت کے وہ لوگ نجات پاتے جو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح خیر خواہی کرتے ہوئے قتل اور اسصال کفر کا
مشورہ دے رہے تھے اور ایسے ہی وہ لوگ جنہوں نے احسان اور فدیہ کا مشورہ
دیا اور یہ امت کے لیے صلح اور بہت ہی مفید بھی تھا۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اس
معاملہ میں صحابہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکلف نہ تھے ہاں وہ اس موقع پر اس

کے مکلف کے تھے کہ اپنے اپنے اجتہاد کی بناء پر زیادہ مفید کے بارے میں مشورہ دیں خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مفید ہو یا نہ ہو۔ جن کے اجتہاد میں احسان اور فدیہ آیا ان پر قتل کی رائے دینا حرام تھا، اس طرح جن کے اجتہاد میں قتل تھا ان پر فدیہ اور احسان کی رائے دینا حرام کیونکہ ہر ایک مشورہ دینے والے اور اہل رائے کے ہاں فرض دوسرے کے فرض کے مخالف تھا کیونکہ ان کی آراء و وجوہ صواب مختلف تھیں اور اگر وہ کسی ایک رائے پر متفق ہوتے تو پھر فرض ہی واحد ہوتا جیسے قبلہ کا مشاہدہ کرنے والے اور کسی جھٹ کے بارے میں قبلہ غالب رائے کے مطابق ہی ہو گا اور اگر جھٹ قبلہ میں اختلاف رائے ہو تو پھر ہر ایک کے فرض میں اختلاف ہونا لازمی ہے، جب صورت حال یہ ہے تو اگر اس فرمان سے (اگر یہ ثابت ہو) آپ ﷺ نے حضرت عمر کے علاوہ بشمول اپنے، تمام امت مراد نہیں لی تو یہ صواب سے نہایت ہی بعید ہے البتہ آپ ﷺ کی مراد حضرت عمر اور دیگر مخلص صحابہ ہیں جو ناجی قرار پائے۔

نزول عذاب کا مفہوم

سوال: ان لوگوں پر نزول عذاب کا کیا مفہوم؟ جنہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق اپنے فریضہ کی ادائیگی کی اور دین میں بہتر بھی یہی طریقہ ہے تو یہ تمام اپنی رائے، مشورہ اور ادائیگی فرض میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مثل قرار پائیں گے۔

جواب: حضور ﷺ کی مراد ان صحابہ میں سے کوئی بھی نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی حالت دین اور مسلمانوں کے لیے احتیاط کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے ہی ہے کیونکہ یہ تمام کے تمام حق و صواب

میں ایک درجہ پر ہیں۔

ولكنه علم عليه السلام ان فيهم منافقين فصلهم بما يدكرونه من الراى اضعاف الدين وتوهين المسلمين.

لیکن حضور ﷺ جانتے تھے کہ ان میں کچھ منافقین ہیں جن کی رائے کا مقصد دین کا ضعف اور مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے۔

پھر ان میں ایسا طبقہ بھی تھا جو ثواب آخرت پر جمع مال اور عرض دنیا کی طرف مائل تھا اس سے وہ کافر تو نہیں مگر گار ٹھہرے اور یہ دین میں ثواب الہی کی تحصیل میں زیادہ قوی اور مضبوط ثابت نہ ہوئے۔ چونکہ حضور ﷺ ان تمام معاملات سے آگاہ تھے تو آپ ﷺ کا حضرت عمر اور ان کے موافقین و ساتھیوں کے بارے میں ایسا کہنا نہایت ہی مناسب تھا تا کہ دین کی خیر خواہی میں کمی اور قافی، حقیر اور ادنیٰ دنیا کے حصول والوں پر خوب تنبیہ و تحذیر ہو جائے یہ تمام گفتگو ان لمحدین کے ان آیات سے غلط استنباط کے ابطال پر واضح اور شاہد و کامل ہے۔ (وباللہ التالیف)

(الانصار للقرآن، ۲: ۷۵۶-۷۶۶)



ماخذ ومراجع

| شمار | کتاب | مصنف | وصال |
|------|----------------------------|----------------------------------|------|
| ۱ | قرآن | | |
| ۲ | تفسیر القرآن العظیم | حافظ ابن کثیر | ۷۷۴ |
| ۳ | احکام القرآن | قاضی ابوبکر بن العربی مالکی | ۵۳۳ |
| ۴ | الطبقات الکبری | امام محمد بن سعد | ۲۳۰ |
| ۵ | المواهب اللدنیہ | امام احمد قسطلانی | ۹۲۳ |
| ۶ | معارف القرآن | مفتی محمد شفیع دیوبندی | ۱۳۹۶ |
| ۷ | الجامع لاحکام القرآن | امام احمد بن محمد قرطبی | ۶۶۸ |
| ۸ | الغناء لتعریف حقوق المصطفی | قاضی عیاض مالکی | ۵۳۳ |
| ۹ | ازلۃ الریب | مولانا محمد سرفراز صغدر | |
| ۱۰ | نسیم الریاض | امام احمد خفاجی | ۱۰۶۹ |
| ۱۱ | نظم الدرر | برهان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی | ۸۸۵ |
| ۱۲ | لطائف الاشارات | امام ابوقاسم قشیری | ۳۶۵ |
| ۱۳ | عصمة الانبیاء | امام فخر الدین رازی | ۶۰۶ |
| ۱۴ | التفسیر المنیر | ڈاکٹر وحید زخیلی | |
| ۱۵ | حاشیہ قرآن | حافظ صلاح الدین یوسف | |

| شمار | کتاب | مصنف | وصال |
|------|----------------------------|---------------------------------|------|
| ۱۶ | زرقانی علی الموابب | امام زرقانی | ۱۱۲۲ |
| ۱۷ | تقویم الادبۃ فی اصول اللغه | امام عبید اللہ بن عمر خنی | ۴۷۰ |
| ۱۸ | القریر والتحیر | امام ابن امیر الحاج | ۸۷۹ |
| ۱۹ | شرح الشفاء | ملا علی قاری | ۱۰۱۴ |
| ۲۰ | تبیان القرآن | علامہ غلام رسول سعیدی | |
| ۲۱ | تفہیم القرآن | مولانا سید مودودی | ۱۳۹۹ |
| ۲۲ | تذکرہ قرآن | مولانا امین اصلاحی | |
| ۲۳ | بیان القرآن | مولانا اشرف علی تھانوی | ۱۳۶۲ |
| ۲۴ | البحر المحیط | امام ابو حیان اندلسی | ۷۳۵ |
| ۲۵ | المحرر والوجیز | قاضی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ | ۵۳۶ |
| ۲۶ | التصحیح | صدر الشریعہ عبید اللہ مسعود خنی | ۷۳۷ |
| ۲۷ | الآیات الہیات | شیخ احمد بن قاسم عبادی | ۹۹۳ |
| ۲۸ | فتح الباری | حافظ ابن حجر عسقلانی | ۸۵۲ |
| ۲۹ | زاد المعاد | شیخ امین قیم | ۷۵۱ |
| ۳۰ | تفسیر واحدی | امام ابو الحسن واحدی | ۴۶۸ |
| ۳۱ | احکام القرآن | امام عماد الدین ہراسی | ۵۰۴ |
| ۳۲ | مشکل الآثار | امام طحاوی | ۴۲۱ |
| ۳۳ | سیدنا محمد رسول اللہ | شیخ عبد اللہ سراج الدین طبری | ۱۴۲۲ |
| ۳۴ | الاتصار للقرآن | امام ابو بکر باقلانی | ۴۰۴ |